إن الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء

عسىٰ أن يبعثك ربك مقاماً محموداً

غلام احمد قادیانی

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل

اخبار ہفتہ میں دو بار

فی پرچہ ایک آنہ

قادیان

جماعت احمدیہ کا مسلّم گزٹ جسے (۱۹۱۳ء) میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی نے جاری فرمایا

نمبر ۵۲ و ۵۳ | مورخہ ۳۱ دسمبر و ۴ جنوری ۱۹۲۷-۲۶ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۵/۲۹ جمادی الاول ۱۳۴۵ھ | جلد

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے ایام جلسہ میں جو محنت برداشت کی وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ خواتین کے جلسہ میں تقریر کرنے کے علاوہ دو روز مسلسل چار اور پانچ گھنٹے تقریر فرمائی۔ پھر دو دو بجے رات تک افراد جماعت کو ملاقات کا موقعہ دیا۔ اسکا اثر جو حضور کی صحت پر پڑ سکتا ہے وہ ظاہر ہے *

۳۱ دسمبر کا جمعہ بھی مسجد نور میں حضور نے پڑھایا کیونکہ بہت سے مہمان ابھی تشریف فرما تھے جو مسجد اقصیٰ میں سب نہیں سما سکتے تھے۔ جمعہ کے بعد کئی دوست تشریف لے گئے اور کئی ابھی تشریف رکھتے ہیں *

۳ جنوری کو دفاتر و سکول پھر کھلنے والے ہیں *

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۲۶ دسمبر سے شروع ہو کر ۲۸ دسمبر کو ختم ہوا۔ جلسہ بہت پُر رونق اور کامیاب رہا *

مہمان نوازی

اسدفعہ مہمانوں کیلئے بٹالہ سے قادیان تک صرف موٹروں سے کام دیا جو کافی تعداد میں مہیا تھیں۔ حسب دستور سابق مہمانوں کی رہائش و خوراک کا اندرون قصبہ و بیرون قصبہ انتظام تھا۔

ہر کمرے کے رضا کاروں کے علاوہ معززین میں سے مہمان نواز مقرر تھے۔ جو مہمانوں کی ضروریات کا اہتمام رکھتے۔ یہ سسٹم بہت مفید ثابت ہوا۔ صبح کا کھانا ۹ بجے سے پہلے کھلا دیا جاتا تھا۔ تاکہ جلسہ میں باطمینان شمولیت ہو سکے *

جلسہ گاہ اور حاضرین کی کثرت

جلسہ گاہ پچھلے سال سے ڈیڑھ ہزار مربع فٹ زیادہ کھلا بنایا گیا تھا۔ گیلریاں وغیرہ ایسی مضبوط ثابت ہوئیں۔ کہ باوجود اسقدر ہجوم و بھیڑ کے کوئی چیز اپنی جگہ نہ سرکی۔ حاضرین کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ باوجود جلسہ گاہ میں بیٹھنے کی نسبت زیادہ گنجائش رکھنے

حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر کے وقت دو تین دفعہ یہ کوشش کی گئی۔ کہ ایک دوسرے سے مل کر بیٹھیں تا جو لوگ باہر کھڑے ہیں۔ وہ اندر آسکیں۔ مگر قطعاً گنجائش نہ تھی۔ گویا فی الواقعہ تل دھرنے کو بھی جگہ نہ تھی۔ و ذالک من فضل اللہ۔ ہم ہر سال یہ سمجھتے ہیں۔ کہ جگہ بہت ہے۔ بلکہ ضرورت سے زیادہ ہے۔ مگر وہ کم نکلتی ہے۔ یہ غیر متوقع کامیابیاں محض افضال خدائے ذوالجلال ہیں۔

نماز جمعہ

جمعہ میں ابھی دو دن باقی تھے۔ مہمان اتنے جمع ہو گئے تھے۔ جو مسجد مبارک سے اندر اور اوپر نماز کے وقت جگہ نہ رہتی تھی جمعہ کے دن جب معلوم ہوا۔ کہ مسجد اقصےٰ میں سب احباب نہیں سما سکینگے۔ تو مسجد نور میں نماز جمعہ کے لئے اعلان ہوا۔ جہاں ساتھ کھلا میدان بھی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے خطبہ جمعہ میں سورۃ کوثر کی لطیف اور عجیب و غریب تفسیر فرمائی۔ جو الفضل میں درج ہو چکا ہے۔

۲۶ دسمبر اتوار

پہلا اجلاس

۱۰ بجے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ تشریف لائے۔ اور جلسہ کا افتتاح ایک مختصر تقریر سے (جس میں ہدایات تھیں) اور دعا سے فرمایا۔ ۱۰½ بجے کارروائی شروع ہوئی۔ مفتی صاحب بھائی فرزند علی صاحب نے خطبہ استقبالیہ من جانب ناظر صاحب ضیافت پڑھ کر سنایا۔ اس خطبہ میں تمام وہ باتیں درج تھیں۔ جن کی نسبت آنے والے مہمانوں کو توجہ دلانے یا ان کے علم میں لانے کی ضرورت تھی۔ انشاء اللہ یہ عنقریب الفضل میں درج ہوگا۔

۱۱ بجے مولانا محمد سرور شاہ صاحب کا وعظ تقویٰ و تزکیہ نفس پر شروع ہوا۔ مولانا شاہ صاحب نے تقویٰ کی حقیقت یہ بتائی کہ انسان خدا کی صفات اپنے اندر پیدا کرے۔ اور صفات الٰہیہ کا مظہر بنجائے اور حق کے اوامر بجالانے میں غلام کی صورت اختیار کرے جس کا اپنے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ قانون الٰہی کی پوری پوری پابندی کرے۔

۱۲ بجے جناب سید محمد اسحٰق صاحب کی تقریر شمائل نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) پر ہوئی۔ جناب میر صاحب موصوف کی تقریر ایسی عام فہم دلچسپ و دلکش تھی کہ حاضرین پر ایک محویت کا عالم طاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اخلاق پر ریویو کرنے کا حق وہ رکھتا ہے۔ جو سب سے زیادہ واقف ہو۔ اور جس کے سامنے انسان اپنے ہر جذبے اور خیال کو ظاہر کرتا ہو۔ اور وہ انسان کی بیوی ہی ہو سکتی ہے۔ سو پیدائش سے لیکر نزول وحی تک حضرت خدیجہ کی شہادت ہے۔ اور شہادت بھی غیر کے سامنے نہیں۔ بلکہ خود اپنے واجب التعظیم شوہر کے سامنے جو خلاف واقعہ بات نہیں کہی جاتی۔ کہ انک لتصل الرحم

وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتعین علیٰ نوائب الحق۔ یعنی تجھ میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ جو شرفاء میں مختلف طور پر اپنی ابتدائی حالت میں ہیں۔ بلکہ ان سے زیادہ جو اخلاق فاضلہ عرب سے گم ہیں۔ ان کا بھی تو حامل ہے۔ پھر جب ضابطہ آگیا۔ (یعنی قرآن مجید نازل ہوا) تو اس پہ چلنے کی گواہی دوسری بیوی ہر وقت کی رفیقہ دیتی ہیں۔ کہ کان خلقہ القرآن آپ کی ہر حرکت و سکون ہر قول ہر فعل قرآن ہی قرآن تھا۔ اس کے بعد جناب میر صاحب نے بالتفصیل بتایا۔ کہ آپ کا سلوک دوستوں سے کیا تھا دشمنوں سے کیا تھا۔ مکی زندگی میں اپنے حاکموں سے کیا تھا۔ خود حاکم ہو کر اپنے محکوموں سے کیسا تھا۔ اپنی بیویوں سے کیا تھا۔ اپنے بچوں سے کیسا تھا۔ اور اپنے نفس کے حقوق کیسے ادا فرماتے تھے۔ اور پھر حقوق اللہ کی نگہداشت کس درجہ پر تھی۔ اور آخری کلام اللھم بالرفیق الاعلیٰ سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ آخر میں آپ نے نہایت لطیف نکتہ بیان فرمایا۔ کہ یوں تو سب مذاہب والے دعویٰ کرینگے کہ ہمارے ہادی کے اخلاق اعلیٰ تھے۔ بے نظیر تھے۔ مگر کوئی یہ نہیں کہتا۔ کہ میں اس کا روپ اور بروز ہوں۔ مگر اسلام میں ایک ہے جس نے بآواز بلند فرمایا ع منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد۔ اس نے بتا دیا کہ وہ احمد اگر نہ دیدی بنگر غلام احمد۔ یہ تقریر انشاء اللہ الفضل میں چھپے گی۔ یہ تقریر پونے ایک بجے ختم ہوئی۔

اس کے بعد جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب فاضل تعلیم یافتہ زیر کا وقت تھا۔ آپ نے نہایت عمدگی سے یہ واضح کیا۔ کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتب کو ہم ہرگز منسوخ نہیں سمجھتے۔ اور نہ مسئلہ نبوت کے بارے میں جن حقیقتوں کو حضور نے واضح کیا ہے۔ وہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد منسوخ ہوئی ہیں۔ بلکہ جس مفہوم نبوت کا سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اقرار ہے سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اس سے انکار نہیں۔ اور جس سے سنہ ۱۹۰۱ء سے اول انکار ہے اس کا سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اقرار نہیں۔ اس تقریر کے بعد اجلاس اوّل ختم ہوا۔

دوسرا اجلاس

نماز ظہر و عصر حضرت خلیفۃ المسیح نے پڑھائی۔ نماز کے بعد حضرت صاحب تو تشریف لے گئے۔ اور سوا تین بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کا لیکچر ہندو تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثر پر تھا۔ جناب شیخ صاحب نے اپنا لیکچر نہایت بلند آہنگی و خوبی کے ساتھ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ مضمون بہت وسیع ہے۔ گویا کئی ہزار کی تاریخ پر ریویو کرنا ہے۔ اس لئے میں سردست یہ بتاؤں گا کہ اسلام کا اثر ہندوؤں کے مذہبی فرقوں کے عقائد پر کیا اور کیسا پڑا۔ اس کے بعد آپ نے مختلف فرقوں کی ایک تقسیم پیش کی۔ اور جو جو اثر اسلامی اصول نے قبول کیا وہ بتایا۔ خصوصاً سکھ ازم اور آریہ سماج کے عقائد پر جو اثر تھا۔ وہ واضح فرمایا۔ شیخ صاحب نے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ وہ اپنا لیکچر کتابی صورت میں چھپوا دینگے۔ خدا تعالیٰ جلد توفیق بخشے۔

سوا چار بجے جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کا لیکچر شروع ہوا۔ جس کا عنوان تھا حضرت مسیح ناصری کا صلیب سے بچ کر مشرق کی طرف آنا اور اس کے دلائل۔ شاہ صاحب موصوف نے اچھوتے اور ناقابل تردید دلائل دیئے۔ اور اپنی نئی اور مزید تحقیقات سے سامعین کو مستفید فرمایا۔ وقت کم تھا۔ اس لئے اختصار بھی مدنظر رکھا اور تفصیل کے لئے اپنی عربی کتاب کا حوالہ دیا۔ جو چھپ چکی ہے۔ اور قادیان سے مل سکتی ہے۔

۵ بجے لیکچر ختم ہوا اور مولوی ظہور حسین صاحب نے سفر بخارا کے حالات سنانے شروع کئے۔ حالات ایسے دلچسپ اور دردناک تھے کہ سامعین مبہوت بیٹھے تھے۔ اور کئی آنکھیں اشکبار تھیں۔ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور بہت سا بیان باقی تھا۔ حاضرین کے اصرار پر جناب چوہدری صاحب نے اعلان فرمایا۔ کہ کل کچھ وقت اور دیا جائیگا۔ اس پر پہلے دن کی کارروائی بخیر و خوبی ختم ہوئی۔

رات کو ایک طرف متحرک تصاویر دکھائی گئیں اور میجک لینٹرن لیکچر ہوئے۔ دوسری طرف مسجد اقصےٰ میں حسب اعلان پینتالیس مختلف زبانوں میں تقاریر ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود کا یہ زندہ معجزہ حاضرین کا ایمان بڑھانے والا تھا۔ کہ یا تو قادیان میں ایک زبان جاننے والا بھی بمشکل ملتا تھا یا اتنی زبانوں میں صداقت مسیح موعود بیان کرنیوالے خدا کے فضل سے مہیا ہو گئے۔ یہ اجلاس ۸ بجے سے شروع ہو کر ۱۱½ بجے ختم ہوا تھا۔

۲۷ دسمبر سوموار

پہلا اجلاس

۹½ بجے کارروائی شروع ہوئی۔ مولانا غلام احمد صاحب اختر نے اپنی نظم سنائی۔ پھر مولوی ظہور حسین صاحب نے اپنے بقیہ حالات سنائے جو کل سے بھی زیادہ دردناک تھے۔ ساڑھے دس بج گئے۔ جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب تشریف لائے۔ اور ان کی طرف سے جناب مفتی صاحب نے اعلان کیا۔ کہ ان کو حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہونا تھا۔ اور گلے میں کچھ تکلیف ہے۔ اس لئے اپنا لیکچر نہیں دینگے۔ جناب حافظ روشن علی صاحب نے اپنی تقریر بیعت کی غرض و غایت اور اس کے فوائد پر شروع کی۔ حافظ صاحب ماشاء اللہ جہیر الصوت ہیں۔ اور اپنی صفائی و شستگی بیان کی وجہ سے حاضرین کی توجہ کو پورے طور پر جذب کر لیا کرتے ہیں۔ آپ کا بیان پونے بارہ بجے ختم ہوا۔ یہ تقریر بھی انشاء اللہ چھپ جائے گی۔

اس کے بعد حکیم خلیل احمد صاحب نے جس کا عنوان صحابہ کرام و صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قربانیاں تھا۔ حکیم صاحب نے قربانیوں کی مختلف قسمیں بیان کیں۔ پھر ہر ایک قسم کے ماتحت صحابہ کرام کی قربانیوں کے واقعات تاریخی پیش کئے۔ اور اخیر میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - مورخہ ۴ جنوری ۱۹۲۷ء

سوامی شردھانندجی کا وحشتناک قتل

یہ خبر تمام امن پسند اصحاب میں نہایت افسوس کے ساتھ سنی گئی ہے۔ کہ سوامی شردھانندجی کو (جو آریہ سماج کے مسلم لیڈر تھے۔ اور جن کی سرگرمیاں اشدھی کے متعلق مشہور عالم ہیں) کسی بدنام کنندۂ اسلام عبدالرشید خوشنویس دہلوی نام نے دن دہاڑے پیچھے پیر پستول سے مار دیا۔ سوامی جی کئی دن سے بیمار چلے آتے تھے۔ اب حالت کچھ سنبھل گئی تھی۔ قاتل نے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ ملازم مانع ہوا۔ مگر سوامی جی نے کہا آنے دو۔ جب وہ اندر آیا تو کچھ مذہبی گفتگو چاہی۔ بیماری کا عذر پیش کیا گیا۔ قاتل نے پانی مانگا۔ اس وقت قاتل کو موقعہ مل گیا۔ اور اس نے نہایت سفاکی سے پستول کے دو تین فائر کئے۔ قاتل اسی وقت پکڑ لیا گیا۔ یہ قتل جس قدر بزدلانہ۔ سفاکانہ ہے۔ ظاہر ہے اس شخص نے جو اپنے نام سے مسلمان کہلاتا ہے۔ یقیناً ایسا کام کیا ہے۔ جو سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اور اس نے ایک دشمن سے بڑھکر اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ سوامی جی کی پیدائش سمت ۱۹۱۳ کی ہے۔ اور سمت ۱۹۸۳ کو مارے گئے ۷۰ سال کی عمر تو ہو چکی تھی۔ اسی کے قریب انسانی عمریں ہیں۔ مگر قاتل نے ناعاقبت اندیشی سے موت کی ذمہ داری اپنی بیہودگی پر ڈال لی۔ اور نہ صرف آریہ سماج میں بلکہ تمام ہندوؤں میں سنگھٹن کو پہلے سے بھی زیادہ قوی بنا دیا۔ چنانچہ تمام ہندو لیڈروں کے تار چھپ رہے ہیں کہ سوامی شردھانندجی کا کام جاری رہے۔ اور اس پر جو جلسہ میں ریزولیوشن پاس ہو رہے ہیں۔ کہ اشدھی کے کام کو اور بھی زیادہ قوت اور زور سے جاری رکھا جائے۔ آریہ سماج اگر لاکھ ہا پونڈ بھی خرچ کرتی۔ تو یہ جوش یہ ولولہ پیدا نہ ہو سکتا۔ جو اس ناعاقبت اندیشی کے سفاکانہ فعل سے اس جاہل نے پیدا کر دیا۔ مگر کیا عبدالرشید ایک پاگل اس قتل کا ذمہ وار ہے؟ ہمارے خیال میں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ لوگ ذمہ وار ہیں۔ جو پچھلے دنوں مضمون پر مضمون لکھتے رہے ہیں۔ کہ کافر کا قتل بڑے ثواب کا کام ہے۔ اور جو دین اسلام سے برگشتہ ہو۔ اس کا قتل مسلمانو پر فرض ہو جاتا ہے۔ زمیندار کے قاتل اٹھاؤ۔ اور دیکھو کہ اس نے کیا لکھا ہے۔ اس وقت جبکہ ہمارا بھائی نعمت اللہ کابل میں نہایت بیدردی سے شہید کیا گیا۔ ہمارے امام نے تمام اسلامی سلطنتوں کو تمام بڑے بڑے لیڈروں کو تار دیئے۔ کہ ایسے قتل کے خلاف آواز اٹھاؤ۔ ورنہ امن عالم سے جاتا رہے گا۔ مگر یہ زمیندار کا ایڈیٹر یہ دیوبند کے مولوی مخالفت پر تل گئے۔ اور مضمون پر مضمون لکھنے لگے۔ کہ کافر اور دین اسلام سے برگشتہ کا قتل سیدھا جنت میں لے جاتا ہے۔ ان مولویوں نے شاہ کابل کو مبارکباد کے تار دیئے۔ کہ آپنے بہت اچھا کیا۔ جو ایک کافر کو زمین میں گاڑ کر اس پر اتنے پتھر برسوائے۔ کہ اس کا ایک ایک عضو زخمی ہو گیا۔ اور حتیٰ کہ وہ پتھروں ہی میں دب گیا۔ آہ! اس وقت یہ نہ سوچا گیا کہ ایسے مضامین ایسی تاروں کا اثر عوام الناس کی ذہنیت پر کیا پڑے گا۔ مہذب اقوام کے نمایندے اسلام سے کہاں تک متنفر ہونگے گو آج منافقت سے سوامی شردھانندجی کے قتل پر بعض اظہار افسوس بھی کر رہے ہیں۔ مگر عامۃ الناس تو انہی مضامین انہی پمفلٹوں، انہی اشتہاروں کے زیر اثر ہیں۔ جو پچھلے دنوں ہماری مخالفت میں شائع کئے گئے اور بزعم خود قرآن و حدیث سے ثابت کیا گیا کہ اختلاف عقائد کی بنا پر کسی کو قتل کر دینا ثواب کا کام ہے چنانچہ آریہ اخباروں میں یہ خبریں شائع ہو رہی ہیں۔ کہ بعض مسجدوں میں چراغاں کئے گئے۔ جو از حد شرمناک بات ہے۔ جہاں ہم اس قتل پر اس دہشت ناک واقعہ پر اپنے مندرجہ بالا خیالات ظاہر کر رہے ہیں۔ وہاں ہم یہ ظاہر کر دینا بھی اپنا مذہبی فرض خیال کرتے ہیں کہ

سوامی شردھانندجی کے قتل کا واقعہ

خدائے غیور کے عالم الغیب و قادر مطلق ہونے کا ثبوت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک زبردست نشان ہے

آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کشف پڑھیں جس میں آپ کی تاریخ بھی درج ہے۔ اور شائع ہو چکا ہے۔

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر

آج جو ۲ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے۔ صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرے پر سے خون ٹپکتا ہے۔ میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا میں نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں ملائک شداد غلاظ میں سے ہے۔ اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی۔ اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے؟ اور ایک اور شخص کا نام لیا۔ کہ وہ کہاں ہے۔ تب میں نے اس وقت سمجھا۔ کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزادہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے؟ ہاں یہ یقینی طور پر یاد رہا ہے کہ وہ دوسرا شخص انہی چند آدمیوں میں سے تھا۔ جن کی نسبت میں اشتہار دے چکا ہوں اور یہ یکشنبہ کا دن اور ۴ بجے صبح کا وقت تھا۔

فالحمد للہ علی ذالک ۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۸۲ بار دوم)

اس کشف سے ظاہر ہے کہ جو واقعہ پنڈت لیکھرام جی کو پیش آیا۔ وہی ایک اور شخص سے بھی پیش آنے والا تھا۔ اور اس کا نام خدا تعالیٰ کی نہاں در نہاں مصلحتوں کے ماتحت آپ پر اور آپ کے ذریعہ پبلک پر ظاہر نہ کیا گیا۔ اور اگر اس وقت نام بتلایا بھی جاتا۔ تو اصل حیثیت ظاہر نہ ہوتی۔

چنانچہ دوسرے مقام پر حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔ "یہ اب تک مجھے معلوم نہیں۔ کہ وہ اور شخص کون ہے اس فرشتہ خونی نے اس کا نام تو لیا۔ مگر مجھے یاد نہ رہا۔ کاش اگر مجھے یاد ہوتا۔ تو میں اسے متنبہ کرتا تا اگر ہو سکتا۔ تو میں اسے وعظ و نصیحت سے توبہ کی طرف مائل کرتا۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ شخص لیکھرام کا روپ یا ایسا ہو کہ اس کا بروز ہے۔ اور توہین اور گالیاں دینے میں اس کا مثیل ہے۔ واللہ اعلم" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸۴ حاشیہ)

آخر ۱۹ سال کا عرصہ گذر گیا۔ اور وہ وقت آگیا۔ جب لالہ منشی رام جی جالندھری اس مرتبہ و شہرت کے درجے کو پہنچ گئے۔ جب کہ تمام آریہ سماجوں اور ہندوؤں کو ان سے ایک وابستگی ہو گئی۔ تو تقدیر الٰہی اسی رنگ میں جاری ہو گئی۔ ہم خود اس بات کو بھول چکے تھے۔ کسی اور کو اس کا کیا خیال رہتا۔ یہ اس لئے ہوا۔ کہ تا انسانی ہاتھوں سے بالاتر یہ واقعہ ہے۔ اب جو واقعہ پیش آیا۔ تو ہماری طرف سے یہی پہلا مضمون ہے۔ اور اس سے بہت پہلے خود آریہ سماج کے اخبارات اس واقعہ کو لیکھرام والے

واقعہ کے مشابہ قرار دے رہے ہیں۔ بلکہ آپ کو لیکھرام ثانی لکھ رہے ہیں۔ چنانچہ ایسوسی ایٹڈ پریس نے جو تار شائع کیا ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں:-

"سوامی جی کے قتل سے اسی قسم کے ایک اور واقعہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ جو ۱۸۹۷ء میں واقع ہوا تھا۔ ۲۹ سال گذرے۔ پنڈت لیکھرام نے جو آریہ سماج کا پہلا مقتول ہے دہلی میں ایسی تقریریں کیں۔ جو مسلمانوں کے نزدیک قابل اعتراض تھیں ...... ایک مسلمان نوجوان نے جو بظاہر اپنا مذہب ترک کرکے آریہ سماج میں داخل ہو گیا۔ پنڈت مذکور کو خنجر گھونپ کر ہلاک کر دیا" (زمیندار ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء)

پھر روزانہ "تیج" ۲۷ دسمبر صفحہ ۷ پر یہ چھپا ہے:-

"الٰہ آباد۔ ۲۴ دسمبر۔ سوامی جی لیکھرام ثانی تھے کے عنوان سے گرودی آریہ سماج لکھتے ہیں۔ سوامی شردھانند جی ایک افضل اور برگزیدہ ترین آریہ سماجی نیتا تھے۔ لاہور میں سورگیہ پنڈت لیکھرام جی آریہ مسافر کی شہادت کے پورے تیس سال بعد دہلی میں بزدل مذہبی دیوانے سفاک مسلمانوں کے ہاتھوں سوامی جی کا اس طرح جام شہادت پینا ایک دلدوز روح فرسا حادثہ ہے"

سوامی جی کو لیکھرام ثانی کہنا بالکل بجا ہے۔ جب پنڈت لیکھرام جی قتل کئے گئے ہیں۔ تو اس وقت ۱۸۹۷ء میں مہاتما منشی رام جی نے پنڈت جی کا کام آکر سنبھال لیا۔ چنانچہ ضمیمہ روزانہ "تیج" ۲۵ دسمبر صفحہ ۲ پر لکھا ہے:-

"ہمیں ۱۸۹۷ء کا وہ نظارہ نہیں بھولتا۔ جب پنڈت لیکھرام کے بلیدان کے سماچار سنتے ہی شری مان مہاتما منشی رام جی جالندھر سے لاہور آئے۔ اور پنڈت لیکھرام کی شہادت کے متعلق سب کام اپنے ہاتھ میں لیکر آریہ جنتا کو دہرم پر درڑھ رہنے کا اپدیش دیا"

گویا سوامی جی نے پنڈت جی کی قائمقامی اختیار کی۔ اور اپنی زندگی کو انکا ریب بننے کیلئے وقف کر دیا تھا۔ چنانچہ شدھی کے کاروبار کو آپ نے اس ترقی پر پہنچایا۔ کہ ایک بار تمام فرقہائے اسلام کو ہلا دیا۔ اور جب ان کا یہ معاملہ انتہائی نقطہ پر پہنچ گیا۔ تو وہ تقدیر جو ۱۸۹۳ء کو خدا کے ایک مامور و مرسل کی زبان سے ظاہر کر دی گئی تھی۔ جلوہ گر ہوئی۔ یہ خدائے غیور کی قدرت کا زبردست نشان ہے۔ دیکھنے والی آنکھیں دیکھیں۔ اور سوچنے والے سوچیں یہ قتل جمعہ کے متصل دن کو ہوا۔ پچھلے پہر ہوا۔ اسی طرح ایک بے تعلق شخص کے ہاتھوں سے ہوا۔ اور دہشت ناک صورت میں ہوا۔ تا دنیا والے ایمان لائیں۔ کہ ایک عالم الغیب خدا ہے۔ جو مادہ اور روح کا خالق ہے اور وہ قادر مطلق ہے۔

اسپر تعجب کیا جائے کہ ایک واقعہ پر دل سے اظہار افسوس کرتے ہیں۔ اس قاتل کے فعل کو از حد مکروہ ناعاقبت اندیشانہ سفاکانہ کہتے ہیں۔ اور باایں ہمہ اسے نشان آلٰہی بھی قرار دیتے ہیں۔ دیکھو رسل سے استہزاء ایک نہایت مکروہ فعل ہے۔ مگر رسل کی صداقت کا یہ بھی ایک نشان قرآن مجید میں بتایا گیا ہے۔ کہ ان سے استہزاء کیا جاتا ہے۔ تو جب کوئی رسولوں سے استہزاء کرتا ہے۔ تو ہم اس فعل کو برا قرار دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اسے نشان صداقت بناتے ہیں۔ مسلمانوں میں باہمی تلوار چلنا ایک پیشگوئی کے ماتحت ہے۔ اور یہ ایک نشان صداقت نبوت محمدیہ ہے۔ مگر تلوار چلانے والوں کے فعل کو ہم اچھا نہیں سمجھتے۔ اور ان سے بکلی متنفر ہیں۔ اور ان کے اس فعل کو اسلام کے یکسر خلاف سمجھتے ہیں۔ امام حسین کی شہادت کی پیشگوئی بلکہ کتب سابقہ قرآن کریم۔ احادیث صحیحہ میں ہے۔ مگر جس نے امام حسین کو شہید کیا۔ اسپر لعنت بھیجی جاتی ہے۔ اور اس کا فعل اسے جہنم میں لے جانے والا ہوا۔ فتدبروا۔

آخر میں ہم پھر تمام آریہ سماجوں اور ہندو لیڈروں سے اس معاملہ میں اظہار افسوس و ہمدردی کرتے ہیں۔ اور علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ قاتل نے نہایت سفاکانہ اور بزدلانہ اور ناعاقبت اندیشانہ کام کیا۔ اور ان کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ اسلام کی یہ تعلیم ہرگز ہرگز نہیں۔ کہ اختلاف مذہبی کی بنا پر کسی کا بال تک بھی بیکا کیا جائے۔ اور ہم ان تمام مولویوں پر اظہار نفرت کرتے ہیں۔ جو پچھلے دنوں اسلام کی یہ تعلیم بتاتے رہے۔ کہ دین اسلام سے برگشتہ اور کفار کا قتل ثواب کا کام ہے۔ حقیقت میں ایسے واقعات کے ذمہ دار یہی لوگ ہیں اور اسی سپرٹ کو کچلنا ہمارے نزدیک بہترین جہاد ہے اور اس کے لئے ہم اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ حاضر ہیں۔

مختلف لیڈروں کے اقوال

(۱) سوامی جی کے قتل سے شدھی کا کام دن دگنی رات چوگنی ترقی کریگا۔ پروفیسر گنش رائے۔

(۲) میں سوامی شردھانند کو موجودہ زمانہ کا سب سے بڑا پریکٹیکل ریفارمر سمجھتا ہوں۔ بڑے آدمی ان کی شہادت پر رشک کرینگے۔
ڈاکٹر گوکل چند۔ نارنگ۔

(۳) سوامی جی کی مرتیو کی خبر سنکر میرا بدن پتھر بن گیا مہاتما گاندھی

(۴) سوامی شردھانند کا قتل ہندو مذہب کے لئے ایک چیلنج ہے۔ بنگالی کلکتہ۔

(۵) ہندو جاتی میں سوامی جی نے اچھوت ادھار کا جو کام کیا۔ اسکی مثال نہیں ملتی۔ مسٹری نواس آئینگر

(۶) جب تک آریہ زندہ ہیں شردھانند پیدا ہوتے جائینگے۔ لالہ لاجپت رائے۔

میں نے شردھانند کو کیوں قتل کیا۔

عبدالرشید کا بیان۔

دہلی ۲۸ دسمبر۔ سوامی شردھانند کی کریا کرم کے بعد دہلی کے ہندوؤں اور مسلمانوں کی توجہ اب عبدالرشید کی طرف منعطف ہو گئی ہے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ عبدالرشید بلند شہر کا رہنے والا ہے۔ اور آج کل فیض بازار دہلی میں رہا کرتا تھا۔ تقریباً سات سال کا زمانہ ہوتا ہے۔ کہ ملزم ہجرت کرکے کابل چلا گیا تھا۔ پولیس نے ۲۵ دسمبر کے دن ملزم کو مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک ہفتہ کا ریمانڈ لینے کے لئے پیش کیا۔ پولیس سپرنٹنڈنٹ پولیس کی زیر سرکردگی تحقیق اور تفتیش میں مصروف ہے تمام کارروائی اس وقت تک بصیغہ راز ہے۔ ملزم کا بیان ٹائپ شدہ پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔ ملزم نے کہا۔ کہ میں سچا مسلمان ہوں۔ اور میرا دل اسلام کی محبت اور الفت کے نشہ میں سرشار ہے۔ میں جب یہ دیکھتا تھا کہ ہندو رہنما مثلاً شردھانند وغیرہم شدھی اور سنگھٹن کی تحریک کو جاری کرکے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں تو میرا دل جل اٹھتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسی وقت سے تہیہ کر لیا تھا۔ کہ میں ایسے لوگوں کو تباہ کر دوں۔ جو اسلام کی بیخ کنی پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میرا کام بالکل ادھورا رہ گیا کیونکہ ابھی بہت سے دشمنان اسلام اپنی من مانی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ اور اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ہندوؤں کے اس تکلیف دہ طرز عمل کی بنا پر میں نے ہجرت کی۔ چنانچہ میں افغانستان پہنچا۔ اور وہاں میں نے ایک پستول حاصل کیا۔ ۱۹۲۳ء میں میں افغانستان سے ہندوستان آیا۔ اس کے چند ماہ بعد میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ میرے خسر نے جب طلاق کی وجوہات دریافت کیں۔ تو میں نے کہا کہ میں عنقریب ایسا دلیرانہ کام کرنیوالا ہوں جس سے میں تمام ہندوستان میں مشہور ہو جاؤں گا

شردھانند کے قتل سے قبل میں ۲۳ دسمبر کو دفتر تیج میں پہنچا اور شردھانند کے متعلق دریافت کیا کہ کہاں ہیں۔ اس کے بعد قتل کا واقعہ رونما ہوا۔ سردار چیت سنگھ اور ان کے پستول نے مجھے غیر مسلح کر دیا۔ ورنہ میں ضرور راہ فرار اختیار کرتا۔

آج ملزم کو تحقیقات کے سلسلہ میں پولیس اسکے مکان پر لے گئی۔ ملزم کے خویش و اقارب اسے دیکھ کر رونے لگے۔ عبدالرشید نے انہیں تسلی دی اور کہا جس کام کیلئے میں اس دنیا میں آیا تھا اسے میں پورا کر چلا ہوں۔ میں نے اسلام کو تباہی سے بچایا۔ میرے خویش و اقارب کو میری ذات پر فخر کرنا چاہیئے مجھے پوری امید ہے کہ میری نجات ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے فردوس بریں میں جگہ دیگا۔ ملزم کے چہرے پر خوف و ہراس کا نام تک نہ تھا۔ وہ بہت خوش نظر آتا تھا۔ ملزم کی تصاویر شہر میں فروخت ہو رہی

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

فرمودہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۲۶ء

سورہ فاتحہ اور سورہ کوثر کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

قرآن کریم کی سورتیں ایک دریا ہیں۔ جس میں سے قسم قسم کے قیمتی لعل نکلتے ہیں۔ وہ ایک سمندر ہیں۔ جس میں سے قسم قسم کے جواہر نکلتے ہیں۔ اس کلام کے کئی بطن ہیں۔ اور ہر بطن اپنے اندر کئی معانی رکھتا ہے۔ یہ ایسا کلام ہے۔ جس میں انسانی کلام کا ذرہ بھر دخل نہیں۔ ایک ہی آیت کئی کئی معنوں پر حاوی ہوتی ہے۔ اور صرف ایک ایک لفظ کے علیحدہ علیحدہ معانی نہیں۔ بلکہ ساری کی ساری آیت کئی مطالب پر مشتمل ہوتی ہے۔ میں نے سورہ کوثر پر کئی دفعہ خطبہ پڑھا ہے۔ اور کئی معانی بیان کر چکا ہوں۔ آج میں اس کے ایک اور پہلو پر بیان کروں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

یعنی ہم نے تجھ کو بہت بھلائی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو فرماتا ہے۔ کہ ہم نے تم کو خیر کثیر دی ہے۔ جس کی کوئی انتہا نہیں تم جس قدر چاہو۔ اس میں سے بھلائی کی باتیں معلوم کر سکتے ہو۔ یہ ایسی تعلیم ہے۔ کہ جس کی کوئی تہ نہیں۔ اور جس کی کوئی حد بندی نہیں۔ لیکن اس انعام کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو۔ کہ انعام سے حاصل کرنے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

اوّل تو یہ کہ انسان منبع انعام کی قدر کرے۔ اگر اس کی قدر نہ کی جائے۔ تو وہ انعام چھین لیا جاتا ہے۔ یہ ایک قانون ہے۔ جو نہ صرف جانداروں میں ہے۔ بلکہ بے جان چیزوں میں بھی جاری ہے۔ صرف یہی نہیں۔ کہ ایک عالم استاد کی طالب علم قدر نہ کرے۔ اور اسے عزت سے نہ دیکھے۔ تو طالب علم کو اس سے فائدہ نہیں پہنچے گا۔ بلکہ بے جان چیزوں میں بھی یہ قانون نظر آتا ہے۔ جب تک ان کی قدر نہ کی جائے۔ اور ان کا صحیح استعمال نہ کیا جائے۔ تب تک وہ فائدہ نہیں دیتیں۔ سب سے بے جان چیز زمین ہے۔ جس پر ہم چلتے اور پرورش پاتے ہیں۔ اس پر اپنی تمام زندگی گذارتے ہیں۔ اس سے اگر صحیح کام نہ لیں۔ تو وہ بھی ہمارے لئے مفید نہیں ہوگی۔ اس سے ہم فوائد نہیں حاصل کر سکیں گے۔ یہی حال دوسری چیزوں کا ہے۔ ایک بے جان ہستی کی قدر نہ کرو۔ تو وہ فائدہ دینا چھوڑ دیگی۔ مثلاً زمیندار کو ہی لے لو۔ وہ زمین میں ہل چلاتا ہے۔ اگر وہ وقت پر اس کی قدر نہ کرے۔ اور وقت پر کھاد نہ ڈالے۔ اور پانی نہ دے۔ تو دو چار سال بعد پیداوار کا ملنا بند ہو جائے گا۔ وہی زمین جو اعلیٰ سے اعلیٰ فائدہ دیتی ہے۔ وہی چند سال بعد ردی ہو جائیگی۔

پھر انسان کے اپنے اعضاء ہیں۔ مثلاً ہاتھ ہی ہے۔ اگر اس کا استعمال چھوڑ دیا جاوے۔ تو وہ تھوڑے عرصہ کے بعد خشک ہو جائے گا۔ ہر چیز جس سے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر بے جان ہے۔ تو وہ استعمال کے چھوڑ دینے سے ضائع ہو جائے گی۔ اگر وہ جاندار ہے تو فائدہ روک لے گی۔

اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حال ہے۔ اسی نے یہ عام قاعدہ جاری کیا ہے۔ جس کی اصل میں یہی وجہ ہے۔ کہ وہ اپنے لئے چاہتا ہے کہ اس کے انعامات کی قدر کی جائے۔ اور اگر قدر نہ کی جائے تو وہ اپنے فیض کو روک لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ رسول کریمؐ کو فرماتا ہے۔ کہ جب میں نے تم پر اتنا بڑا انعام کیا ہے۔ تمہیں کوثر عطا کیا ہے۔

تو پہلی بات یہ ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ

کہ اپنے رب کا شکریہ ادا کرو۔ اس کے انعامات کی قدر کرو۔ ایک معمولی شخص کے معمولی احسان پر جب شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ تو ہم نے تو تم کو وہ چیز دی ہے۔ جو ہر ضرورت اور ہر زمانہ میں کام دیتی ہے۔ تمہارا پہلا فرض اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کے لئے یہ ہے کہ تم زبانی اور عملی طور پر دونوں طریق سے اس کا شکریہ ادا کرو۔ کیونکہ قدر نہ کرنے سے وہ انعام روک لیا جاتا ہے۔ اور بغیر ان دونوں طریق کے شکریہ پورا نہیں ہو سکتا۔ اگر انسان عملی طور اظہار شکریہ کرے تب بھی درست نہ ہوگا۔ اگر صرف زبانی طور پر تب بھی شکریہ میں شامل نہ ہوگا۔ مثلاً ایک دوست کے تحفہ کا زبانی شکریہ نہ ادا کرے۔ اگرچہ اسے لے ہی لے۔ تب بھی تحفہ دینے والے دوست کا دل خوش نہ ہوگا۔ اگر صرف زبانی طور پر شکریہ ادا کرے اور اس کی عملاً قدر نہ کرے۔ تب بھی اس کے دل میں ملال پیدا ہوگا تو شکریہ دونوں طریق سے پورا ہوتا ہے۔ پھر انسان کی نعمتیں تو بعض وقت بغیر ضرورت کے بھی ہوتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو تمام وجوہ سے کامل ہوتی ہیں۔ اور تمام ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب ہم نے تم کو ایسی نعمت دی ہے۔ کہ جس کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ تو تمہارا فرض ہے کہ تم اس کی قدر کرو۔ اس کا شکریہ ادا کرو۔ اب وہ شکریہ دو طور سے ہو سکتا ہے۔ ایک تو زبان سے کہ اس کے انعامات کا زبان کے ذریعہ سے اظہار کیا جائے۔ اور اس کو یاد کیا جائے۔ دوسرے اپنے عمل سے۔ عمل سے اس طرح کہ ان نعمتوں کو موقع کے مطابق استعمال کرو۔ جس بات کے لئے اس نے کوئی طاقت دی ہے۔ اس کے لئے تم ان نعمتوں کو حاصل کرو۔ اور ایسے طور پر ان کا استعمال کرو۔ کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی ہتک نہ ہو۔

پھر کبھی بھی کوئی نعمت مفید نہیں ہوا کرتی۔ جب تک اس کے لئے محنت نہ کی جائے۔ اور اسے مفید بنانے کے لئے کوشش نہ کی جائے۔ مثلاً پلاؤ ہے۔ اس کو وہ شخص کیسے کھا سکیگا جس کا معدہ خراب ہے۔ اس کے اندر ایک چاول جانا بھی اس کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ اسی طرح ایک بڑے مکان میں وہ شخص کیسے رہ سکے گا۔ جو وہمی ہے اور بڑے مکانوں کی رہائش سے ڈرتا ہے اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ انعام کے صحیح استعمال کے لئے طاقتوں اور محنت کی بھی ضرورت ہے۔

نعمت سے فائدہ اٹھانے کے لئے قربانی کی ضرورت ہے۔ مثلاً کنواں تو پانی کا موجود ہے۔ لیکن اس سے پانی نکالنے کیلئے بھی تو محنت کی ضرورت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ صرف یہی ضروری نہیں۔ کہ تم عمل اور زبان سے شکریہ ادا کرو۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ تم ہر قسم کی قربانیاں بھی کرو۔ اپنے آپ کو تم اسی طرح ذبح کر دو جس طرح اونٹ ذبح کیا جاتا ہے۔ تب تم اللہ تعالیٰ کے دوسرے انعامات کے بھی وارث ہو گے۔ دیکھو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ پر جو معارف کھولے گئے۔ اس کی یہی وجہ ہے۔ کہ انہوں نے قربانیاں کیں۔ پس تم بھی کامل طور پر اللہ تعالیٰ کے انعامات سے تبھی فائدہ اٹھاؤ گے۔ جب تم اپنے آپ کو پورے طور پر اونٹ کی طرح ذبح کر دو گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَانْحَرْ

اور نحر اونٹ کے ذبح کرنے کو کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے نحر کا لفظ رکھا ہے۔ جس میں دو باتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ قربانیاں کرو۔ دوسرے یہ کہ خوشی سے قربانیاں کرو۔ یعنی وہ قربانیاں منظور ہونگی۔ جو خوشی سے کی جائیں۔ بعض قربانیاں تو انسان کو مجبوراً کرنی پڑتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر بعض ابتلاء آتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ قربانیاں مراد نہیں۔ بلکہ وہ قربانیاں مراد ہیں جن میں تمہاری شاہ رگ کٹ جائے۔ اور شاہ رگ کے کاٹنے سے تمام خون باہر نکل جاتا ہے۔ اور کچھ باقی نہیں رہتا۔ تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تم ایسی قربانیاں کرو۔ کہ تمہارا کچھ باقی نہ رہے۔ اور پھر ان قربانیوں میں تم خوشی اور سرور محسوس کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

کہ تمہارا مقابلہ کرنے والی قومیں نیست و نابود ہو جائیں گی۔ ابتر اسے

کہتے ہیں۔ کہ جس کی طرف کوئی قوم منسوب نہ ہو۔ تو فرمایا۔ کہ اوّل تو ایسی قربانیاں کرو کہ تمہارا کچھ باقی نہ رہے۔ یعنی سب کچھ قربان کردو۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ تم خوشی سے وہ قربانیاں بجا لاؤ۔ تمہارے اندر ملال یا رنج نہ پیدا ہو۔ بلکہ جتنی زیادہ قربانیوں کا تم سے مطالبہ کیا جائے۔ اتنی تمہارے دلوں میں بشاشت ہو۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تمام قومیں تمہاری طرف اپنے آپ کو منسوب کرینگی اور تمہاری ہی جماعت دنیا میں پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور دوسری تمام قومیں ملیامیٹ ہو جائیں گی ❊

دیکھو یہ قرآن کریم اور یہ تعلیم کتنا عظیم الشان انعام ہے۔ اور کتنی بڑی نعمت ہے۔ لیکن اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کے لئے کچھ شرائط بھی ہیں۔ ایک شرط تو یہ ہے۔ کہ عملی اور زبانی طور پر شکریہ ادا کرو۔ اس نعمت کی قدر کرو۔ دوسری شرط یہ کہ قربانیاں کرو۔ تیسری شرط یہ کہ ان قربانیوں میں بشاشت تمہارے اندر ہو ❊

اللہ تعالےٰ نے ہمیں کس قدر سامان ترقیات کے عطا کئے ہیں۔ ایک خزانہ دیا ہے۔ جو کبھی ختم ہونے میں نہیں آتا۔ ایک سمندر ہے۔ جس کی تہ کا کوئی پتہ نہیں۔ اور ایسی رحمتیں اور نصرت اور تائیدیں کی ہیں۔ کہ ہم ان کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ لیکن باوجود اس کے ہم بہت لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں۔ کہ ہم کہاں قربانیاں کریں ہم کو تو کھانے کو نہیں ملتا اور دوسری قوموں کے پاس سب کچھ ہے ان کے گھر مالوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ مگر ان لوگوں کو یہ علم نہیں کہ دوسری قوموں کو جو کچھ ملتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ کہ جیسے کوئی کتوں کے آگے روٹی ڈالے۔ اور اس میں زہر ڈالدے۔ اب تم بتاؤ۔ کہ کیا تم دوسرے کتوں کے آگے روٹی دیکھکر وہ روٹی اپنے کتے کے آگے بھی ڈالدوگے۔ خواہ وہ بھوکا ہی ہو۔ جب تم اپنے کتے کے آگے زہر آلود روٹی نہیں ڈالتے۔ تو اللہ تعالےٰ بھلا اپنے بندوں کو وہ چیز کیونکر دے سکتا ہے۔ جس میں ان کی ہلاکت ہو۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ کیا تم خیال کرتے ہو۔ کہ ہم نے ان کفار کو جو اموال دیئے ہیں۔ وہ ان کی ترقی کا موجب ہیں۔ اور ہم انہیں ترقی دینا چاہتے ہیں۔ نہیں یہ تو ہم انہیں ہلاکت کے لئے دیتے ہیں ❊

پس دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو اللہ تعالےٰ کو ہمارا علم نہیں اور یا ہماری کوششوں میں فرق ہے۔ نہ تو یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالےٰ کو علم نہیں کہ ہم بھوکے مر رہے ہیں۔ اور نہ یہ بات ہے۔ کہ ہماری کوششوں میں فرق ہے۔ ہمیں کمانا بھی آتا ہے۔ جب دونوں باتوں میں سے کوئی بھی بات نہیں۔ تو تیسری وجہ ہوگی۔ اور وہ یہی ہے۔ کہ وہ اموال ہمارے لئے بہتر نہیں۔ وہ اس زہریلی روٹی کی طرح ہیں۔ جو کوئی آقا اپنے غلام کو بلکہ اپنے کتے کو بھی نہیں دیتا۔ یہ ایسی ہی بات ہے۔ کہ طبیب کہتا ہے کہ چاول مت کھانا۔ اب ایک بچہ خواہ کس قدر روئے کیا ماں اپنے بچہ کو چاول کھلائے گی۔ تو ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ کبھی مال انسان کے دین اور عرفان کے لئے مضر ہوتا ہے۔ تو کیا خدا تعالےٰ کی سچی خیر خواہی ماں جتنی بھی نہیں ہے۔ حالانکہ وہ تو آپ ہی ماں ہے آپ ہی باپ ہے۔ آپ ہی خالق ہے آپ ہی رازق ہے۔ پس یہ جو تم دیکھتے ہو۔ کہ دوسروں کو ملتا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ وہ ایسی روٹی ہے۔ جس میں سنکھیا پڑا ہوا ہے۔ اب کتنی حیرانی ہے۔ کہ تم خیر خواہی کو بدخواہی سمجھتے ہو ❊

پھر بہت ہیں جو نعمت کو نعمت تو جانتے ہیں۔ لیکن اس کا شکریہ عملاً اور قولاً نہیں ادا کرتے۔ مثلاً قرآن اللہ تعالےٰ کی نعمت ہے۔ اسے نہیں پڑھتے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے جو ذخیرہ معارف و اسرار کا ملا ہے اسے توجہ سے نہیں پڑھتے۔ اور اگر پڑھتے ہیں۔ تو اس پر عمل نہیں کرتے۔ اب جب تک اس نعمت کے شکریہ میں قربانیاں کی جائیں۔ تب تک اس نعمت سے کیسے فائدہ پہنچ سکتا ہے کونین کے جیب میں پڑے رہنے سے تو بخار نہیں اتر جاتا۔ روٹی خواہ ایک من سر پر اٹھا لو۔ اس سے بھوک نہیں اتر سکتی ❊

تیسرا گروہ وہ ہے۔ اوّل تو قربانی نہیں کرتا۔ اور اگر کرتا ہے۔ تو بوجھ محسوس کرتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات جب کوئی قربانی کے لئے اور خدمت کے لئے تحریک کرتا ہے۔ تو اس سے بجائے اس کے کہ خوش ہوں اس پر ناراض ہو جاتے ہیں اور لڑ پڑتے ہیں۔ حالانکہ اتنا نہیں سوچا جاتا کہ کیا ماں کبھی ناراض ہو سکتی ہے۔ کہ اس کو اس کے بچہ کے فائدہ کے لئے کوئی بات یاد دلائی جائے۔ اس کو تو تحریک کرنے والے اور یاد دہانی کرانے والے دوست کا اس قدر شکر گذار ہونا چاہیئے۔ کہ اس کا گویا غلام ہو جائے۔ کیونکہ اوّل تو مومن کا اپنا فرض ہے۔ کہ وہ خدمت دین کے لئے ہر موقعہ پر قربانی کے لئے تیار رہے۔ لیکن اگر اس کو دوسرا دوست تحریک کرتا ہے۔ تو اگر اس کے اندر ذرہ بھر بلکہ رائی برابر بھی ایمان ہوتا۔ تو تمام عمر اس کا غلام ہو جاتا۔ پھر بعض لوگ ہیں جو قربانی تو کر دیتے ہیں۔ لیکن بشاشت نہیں پاتے۔ پس یاد رکھو کہ جس قربانی میں بشاشت نہیں وہ قربانی منظور نہیں۔ جتنا جتنا تم بوجھ اٹھاؤ اتنا ہی تمہارے اندر نور اور سرور پیدا ہو ❊

درحقیقت انسان اگر سوچے۔ تو اس کو معلوم ہو جائے۔ کہ جتنی یہ قربانیاں کرتا ہے۔ اتنا ہی اس کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے۔ دنیا کی نعمتیں ایک تھان کی طرح ہیں۔ جو اس نے اپنے سر پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اب جوں جوں تھان اس کے سر پر سے اتارے جائینگے توں توں اس کا بوجھ ہلکا ہوتا جائیگا۔ مثلاً اگر دس کا بوجھ اس کے سر پر ہے۔ اور اس میں سے تین کا بوجھ اٹھا لیا گیا ہے۔ تو وہ خوش ہوگا۔ کہ پہلے دس کا بوجھ تھا۔ اب سات باقی رہ گئے ہیں۔ چلو کم از کم تین کی کمی تو ہو گئی۔ اسی طرح جو شخص قربانیاں کرتا ہے۔ وہ اپنا بوجھ ہلکا کرتا ہے۔ کیونکہ اس کو کم نعمتوں کا سوال ہوگا بلکہ جتنا بوجھ ہلکا ہوگا اتنا ہی وہ خوش ہوگا۔ انسان اس نقصان پر رنج مناتا ہے۔ جو اس کے فعل کا یا دوسرے شخص کا نتیجہ ہو۔ یا ایک طبعی گھبراہٹ ہوتی ہے۔ جس کا تعلق اخلاق سے نہیں۔ وہ تو جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے ❊

پس میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اپنے اندر زبانی شکریہ کا مادہ پیدا کرو۔ اور ہر قسم کی قربانیاں کرو۔ اور ان میں بشاشت محسوس کرو۔ اگر قربانی میں بشاشت نہیں۔ تو تم کبھی فاتح نہیں بن سکتے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے انعامات کا زبانی اور عملی دونوں طور پر شکریہ ادا کرنے کی توفیق دے۔ اور ہم قربانیوں کے لئے بشاشت کے ساتھ تیار رہوں۔ اور ہمارے اندر ملال نہ ہو ❊

ایک قابل تقلید مثال

جناب شیخ احمد اللہ صاحب ہیڈ کلرک کنٹونمنٹ بورڈ نوشہرہ چھاؤنی نے ہزار بیٹے کی رقم میرے حوالہ کی ہے۔ تا اخبارات متوقفہ طبع و اشاعت دالفضل، یا احمدیہ گزٹ یا ریویو اردو یا سن رائز یا مصباح مختلف جاعتہائے دوں کے نام ایک ایک سال کیلئے مفت جاری کر دیئے جائیں۔ ایسے دوستوں کیلئے ضروری ہے۔ کہ اپنی درخواست کے ساتھ سکرٹری جماعت احمدیہ کی تصدیق بھجوائیں اور وعدہ کریں۔ کہ شیخ صاحب کے بچے کے لئے جس کی صحت کے شکریہ میں یہ عطیہ دیا گیا ہے۔ روزانہ دعا کرتے رہیں گے۔ کہ خدا بچے کو عمر دراز نیکی و سعادت کے ساتھ دے۔ اور خادم دین و سلسلہ احمدیہ بنائے۔ شیخ صاحب آپ بھی تمام اخبارات کے خریدار رہتے ہیں۔ امید ہے دوسرے دوست بھی توجہ فرمائیں گے۔

ریویو اردو کے خریدار

اس بات کے لئے متواتر اپیل کی گئی تھی۔ کہ ریویو اردو کے اخراجات اس کی آمد سے بہت زیادہ ہیں۔ مگر افسوس کہ احباب نے کچھ توجہ نہ فرمائی اور سالانہ جلسہ پر صرف دس نئے خریدار ہوئے۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ آپ نے کیا توجہ فرمائی اور ریویو اردو کس طرح پر چل سکتا ہے۔ پس احباب کو پھر توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ ریویو اردو کی توسیع اشاعت میں بالخصوص سعی بلیغ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں ❊

مشاہدات عرفانی
یا
لنڈنی چٹھی
نمبر ۱۳

ایک اخلاقی جنگ

انگلستان میں اس وقت بعض تحریکیں اس قسم کی شروع ہیں۔ کہ اگر کسی نہ کسی جہت سے ہم ان میں حصہ لے سکیں۔ تو تبلیغ اسلام کا ایک بہترین ذریعہ ہمارے ہاتھ آ سکتا ہے۔ میں نے دنیا کے آئندہ مذہب کے عنوان سے ریویو کے لئے ایک مضمون لکھا ہے۔ جو غالباً "دانشمندان مشرق و مغرب" کے عنوان کے نیچے چھپ سکے گا۔ اس میں میں نے ان حالات کا ذکر کیا ہے۔ جو انگلستان کو قبول اسلام کے لئے مجبور کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک مسئلہ طلاق کی اصلاح اور دوسرے قانون وراثت کی ترمیم کے سوال کا ذکر میں نے کیا ہے۔ یہاں ایک اور زبردست تحریک کا تذکرہ کرتا ہوں۔ یہ اخلاقی تحریک ہے۔ کچھ عرصہ سے انگلستان کے بعض سنجیدہ بہی خواہان قوم ملک کی اخلاقی حالت پر غور کر کے بعض ضروری قوانین پر زور دے رہے ہیں۔ ایک سوسائٹی اخلاقی اور تمدنی حفظ صحت کے اصولی اغراض کے لئے قائم ہوئی ہے۔ اس کے اہم مقاصد میں یہ امر داخل ہے۔ کہ عورتوں اور مردوں کے بے تکلفانہ خلاء ملا نے اخلاقی کمزوریاں پیدا کر کے جنسی تعلقات کو بہت خراب کر دیا ہے۔ اس کا اثر عورتوں اور مردوں کی صحت پر بھی بڑا پڑ رہا ہے اس کی اصلاح کے لئے دو قسم کے خیالات کے لوگ ہیں۔ ایک وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں۔ کہ فرانس وغیرہ کی طرح یہاں بھی بدکاری کیلئے ایک قانون کے ذریعہ بعض مقامات مخصوص کر دیئے جاویں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ایک خاص گروہ اس غرض کے لئے ہوگا۔ پھر ان کی دیکھ بھال اور بیماریوں سے ان کو محفوظ رکھنے کی عملی کوشش ہو سکے گی۔

دوسرا گروہ جو اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ اس سے ملک کی اخلاقی عظمت پر بہت برا اثر پڑے گا۔ اور قانون جواز سے بہت ممکن ہے۔ کہ پیشہ ور عورتوں میں بہت ترقی ہو جاوے۔ غرض یہ ایک بحث ہے اور ہر دو فریق اپنی اپنی تائیدیں نہایت زبردست اور موثر دلائل پیش کرتے ہیں۔ یہ احساس نہایت مبارک اور کسی بہتر مستقبل کی خبر دیتا ہے۔ دنیوی اور رسمی قانون اخلاق اور خصوصاً جنسی تعلقات کے اخلاق (جو عصمت اور عفت سے تعبیر کئے جاتے ہیں) کی اصلاح کا موجب نہیں ہو سکتے۔ جب تک کوئی قانون انہیں اصول اور لائنوں پر تیار نہ کیا جائے۔ جو قرآن کریم نے دنیا کے لئے پیش کیا ہے۔ یہ تحریکیں یورپ کو اسلام کی طرف لے آئیں گی۔ مثلاً اگر اس مقصد کے لئے ہم ایک چھوٹا سا مسودہ قانون تیار کر کے اس اخلاقی اصلاح کے موکموں کو دے سکیں۔ تو وہ یقیناً اس کو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھیں گے۔ لیکن اس کے لئے ضرورت ہے ایک وسیع النظر فقیہ کی جو انگریزی اصول قانون پر بھی وسیع نظر رکھتا ہو۔ میرے خیال میں اگر چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کو اسلامی قانون کا صحیح مواد بہم پہنچایا جاوے۔ تو وہ بہترین خدمت اسلام کی اس موقعہ پر کر سکیں گے۔

اسلام کس طرح اولاً مبادی زنا سے بچاتا ہے۔ پھر زنا کی صورت میں محض رپورٹوں یا یکطرفہ بیانات کو وقعت نہیں دیتا۔ اور زنا کے ثبوت کے بعد جو حدود اور تعزیرات مقرر کرتا ہے۔ وہ اس قسم کی ہیں۔ کہ اس جرم کے انسداد کے لئے اس سے بہتر کوئی تعزیر نہیں ہو سکتی۔ ثبوت زنا میں شہادت کا ایک خاص نصاب مقرر کرتا ہے۔ اور تزکیہ شہادت کے اصول بتاتا ہے۔ غرض عصمت و عفت کے قائم رکھنے کے لئے وہ نہ صرف اسباب اور ذرائع بتاتا ہے۔ بلکہ اس کی عظمت اور عزت کو بڑھانے کے لئے تعزیرات کے ذریعہ سدباب کرتا ہے۔ یہ نہایت دلچسپ مضمون ہے۔ کیا ہمارے فاضل دوستوں میں سے کوئی قلم اٹھائے گا۔ دیدہ باید۔

میرے قیام انگلستان کا وقت بظاہر ختم ہو چکا ہے۔ اور میں واپسی کے لئے تیاری کر رہا ہوں۔ اس لئے میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس تحریک کو اشاعت و تبلیغ اسلام کے نقطہ نظر سے کامیاب بنانے کے لئے میں ذاتی طور پر کچھ کر سکوں گا۔ گو میں یہ خوشخبری سنا دیتا ہوں۔ کہ درد صاحب اس تحریک سے فائدہ اٹھانے کے لئے پوری سرگرمی سے کام کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہمارے فاضل فقیہوں نے میری اس تجویز کے موافق کوئی عملی قدم اٹھایا۔ تو وہ اجر عظیم کے مستحق ہونگے۔

روحوں سے بات چیت کرنے کا بھانڈا پھوٹ گیا

ایک عرصہ سے لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں۔ کہ مردہ روحوں سے بات چیت اور پیغام رسانی ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لئے باقاعدہ بڑی بڑی سوسائٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنے قیام انگلستان کے دنوں میں ایسی ایک سوسائٹی میں تشریف لے گئے تھے۔ اور ایک دوسری سوسائٹی کے گرجا میں آپ نے تقریر فرمائی تھی۔ میں خود بھی متعدد مرتبہ ایسے جلسوں میں گیا ہوں۔ اور ایسے میں نے ہمیشہ ایک تماشا سمجھا ہے۔ مردہ روحوں سے بات چیت کا ہونا یا ان کے ذریعہ کسی قسم کا پیغام آ جانا یہ تو ناممکن اور غلط نہیں۔ مگر اس کی صورتیں اور ہیں۔ اور ان باتوں کو روحانیت یا اعلیٰ اخلاق سے کوئی تعلق نہیں۔ کشف قبور کا مسئلہ ہمارے صوفیوں میں بھی چلا آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کو بھی طور پر یہ قوت دی گئی تھی۔ مگر آپ نے عام طور پر اسے کبھی ظاہر نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ یہ عجوبہ پرستی کا رنگ رکھتی تھی۔ اور آپ حقیقی روحانیت پھیلانے کے لئے آئے تھے۔ القصہ یہاں سپریچولسٹ سوسائٹیاں بہت ہیں۔ اور ان میں بعض بڑے بڑے لوگ داخل ہیں۔ انگلستان کے مشہور و معروف رسالہ ریویو آف ریویوز کے ایڈیٹر مسٹر سٹیڈ آنجہانی اس فن سے خاص تعلق رکھتے تھے۔ اور اس زمانہ کا مشہور مصنف کینن ڈائیل بھی اس سوسائٹی سے تعلق رکھتا ہے متعدد اخبار اور رسالے ان کے شائع ہوتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے اس سوسائٹی کے خلاف بھی تحریک جاری ہے۔ عدالتوں میں بعض مقدمات بھی جا چکے ہیں۔ اور ان میں ان لوگوں کو کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ حال میں سنڈے کرانیکل نے مشہور و معروف سائنس دانوں کی ایک کمیٹی بنا کر اس کی تحقیقات کا اعلان کیا۔ اور لنڈن کے ایک مشہور میڈیم نے سپریچولزم کے کمالات دکھانے کا وعدہ کیا۔ آخر اس کمیٹی نے اپنی تحقیقات میں تمام ملمع سازی کا پول ظاہر کر دیا۔ میڈیم جس کا نام ہر لڈ ایونس ہے اور جو روحوں کو بلا دینے اور دکھا دینے کا مدعی تھا۔ اس نے اپنے عجائبات دکھانے کی بہت کوشش کی۔ مگر حقیقت کھل گئی۔ اور ساری شعبدہ بازی کا بھانڈا ناگہانی بجلی کی روشنی نے پھوڑ دیا۔ جو محققین نے بر وقت کر دی۔ اب اخبار مذکور لکھتا ہے۔ کہ میڈیم ہرلڈ نے وعدہ کر لیا ہے۔ کہ اگر اخبار مذکور اس معاملہ کو زیادہ نہ چھاپے۔ تو وہ باقی عمر کے [illegible] نے کے کاروبار سے توبہ کر لیگا مسٹر سٹیڈ کی صاحبزادی نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ کہ یہ میڈیم فریبی اور جھوٹا ہے۔

اس طرح پر اس طلسم کا پردہ پھٹ گیا ہے۔ اگرچہ اس تمام کارروائی نے ایک ضرب سپریچولزم پر تو اس طرح سے لگائی ہے۔ مگر اس کا دوسرا نتیجہ یہ بھی ہوا ہے۔ کہ لوگ پھر قیامت اور حیات بعد الموت کے مسئلہ کی طرف جانے لگے ہیں۔ میں اس انقلاب کو بھی اسلام کے لئے بہت بابرکت سمجھتا ہوں۔ اس تفنن طبع نے حقیقت کو معدوم کر دیا تھا۔ اور لوگ زندگی کی انتہا اسی شعبدہ بازی کو سمجھنے لگے تھے۔ اور یہ اشاعت اسلام کی راہ میں روک تھی۔ مگر اب خدا تعالیٰ نے اس بت کو سرنگوں کرنے کے بھی سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ میں ان حالات کو جب دیکھتا ہوں۔ اور دوسری طرف اپنی تبلیغی کوششوں اور اس کے لئے سامانوں کی کمی کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ تو سر پکڑ کر رہ جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر رہا ہے۔ کہ ہماری ذرا سی حرکت بہت بابرکت ہو سکتی ہے۔

ہے مدست اے مرداں بکوشید

اخلاقی فلسفہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت نے جہاں اسلام کی تمام مخفی صداقتوں کو زندہ کیا۔ وہاں اخلاقی فلسفہ کو بھی قرآن کریم کی روشنی میں ظاہر کیا ہے۔ فلسفہ اخلاق پر ہر ملک اور ہر قوم میں متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مگر یہ حقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی ظاہر کی۔ کہ طبعی طاقتوں اور تقاضوں کا صحیح استعمال ہی اخلاق ہے۔

میں نے شمائل و اخلاق مسیح موعود میں فلسفہ اخلاق پر بحث کی ہے یہاں آنے پر اخلاقی فلسفہ جو یورپ جدید پیش کر رہا ہے۔ اس پر غور کرنے کا موقعہ ملا۔ اور جب جب کوئی شخص جدید علم اخلاق پڑھتا ہے اور اسے عملی صورت میں دیکھتا ہے۔ تو اس کی حیرانی بڑھتی جاتی ہے اور وہ چیخ مار کر کہہ اٹھتا ہے۔ کہ اسلام کے بغیر اخلاقی معیار اونچا نہیں ہو سکتا۔ اگلے دن لنڈن کے ایک مشہور و معروف مجسٹریٹ نے کہا۔ کہ ہمارے اخلاق پارہ پارہ ہو چکے ہیں۔ اور خدا ہی جانتا ہے۔ کہ ایک صدی کے بعد ان کی کیا حالت ہوگی؟

اس پر ایک خاتون نے جدید اخلاق اور امید مستقبل کے عنوان سے ایک آرٹیکل لکھ کر ایک سو سال کے بعد کے اخلاق کا معیار ظاہر کیا ہے۔ ہر شخص اپنی رائے میں مختار اور مجاز ہے۔ آزادی رائے کو ضروری سمجھا گیا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ صحیح ہو یا غلط۔ اسلام خود بھی آزادی رائے کی حرمت و قیمت قائم کرتا ہے۔ مگر وہ آزادی رائے کے ساتھ بعض دوسرے امور کو وابستہ کر کے اس کو حقیقی نعمت بنا دیتا ہے۔ منجملہ ان کے ایک ضروری چیز نیت کی صحت ہے۔ اور انسان کو یقین دلا کر کہ اس کے تمام اعمال و خیالات ایک اثر اور نتیجہ رکھتے ہیں۔ اور اس پر ذمہ واری عائد کرتے ہیں۔ اصلاح نیت کا اصولی تعلیم کر دیتا ہے حسن نیت اور نتیجہ کے پہلو پر اگر کوئی شخص غلط رائے کا اظہار بھی کر دے۔ تو وہ اس کے لئے موجب ثواب ہو جاتی ہے۔ اور اختلاف رائے [illegible] ساتھ نہ ہو باعث مصیبت ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات سخت مضرات پیدا کر دیتی ہے۔ خاتون موصوفہ نے آئندہ سو سال کے بعد کے اخلاق کی جو حیثیت ظاہر کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"آئندہ سو سال کے بعد کوئی بچہ یا جوان بھوکوں مرنے کا خواب بھی نہ دیکھے گا۔ اور لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اقتصادی، تمدنی اور قانونی طور پر محبت رکھنے کا خیال حماقت سے زیادہ نہ ہو گا۔"

اسلئے اس جدید فلسفہ اخلاق میں شادی کے موجودہ قواعد و اصول کو احمقانہ حرکت قرار دیا ہے۔ وہ کہتی ہے۔ کہ ان کی پابندی سے ہم لوگوں کو بزدل اور کمینہ اور خطرناک جاہل بنا رہے ہیں۔ اس کے نقطہ نگاہ سے اخلاقی معیار صرف شادی اور جنسی تعلقات سے ہی وابستہ ہیں۔ بحث بڑی دلچسپ اور فلسفی مزاج رکھنے والوں کے لئے بہترین مصالحہ دے سکتی ہے اگر ہم ریویو کے لئے اس قسم کے مضامین لکھیں۔

میں نے جب اس مضمون کو پڑھا۔ تو میرے پاس یہاں کے محکمہ جنگ بیڑہ وری کے محکمہ سے تعلق رکھنے والا ایک نوجوان موجود تھا۔ اور ہم فلسفہ اخلاق پر تبادلہ خیالات کر رہے تھے۔ اس نے کہا۔ یہ سچ ہے۔ کہ لوگوں نے اخلاق کو جنسی تعلقات ہی تک محدود کر رکھا ہے۔ اور یہ غلط ہے۔ یہی اخلاق نہیں!

عرفانی:۔ ہاں اس میں تو آپ کے ساتھ اور خاتون موصوفہ سے متفق ہوں کہ اخلاق کی حد یہاں تک ہی نہیں۔ مگر میں یہ بھی نہیں مان سکتا۔ کہ جن لوگوں کا ایسا خیال ہے وہ سراسر غلطی پر ہوں۔

نوجوان:۔ دونوں میں سے ایک ہی بات درست ہو سکتی ہے۔

عرفانی:۔ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہی اخلاق ہے۔ ان کی مراد جہاں تک میں سمجھا ہوں یہ ہے۔ کہ عورت اور مرد کے تعلقات سوسائٹی پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اور سوسائٹی کے تمام کاروبار اور تعلقات میں صحیح اور اعتدال کا برتاؤ اخلاق فاضلہ کہلاتا ہے۔ باپ۔ بیٹا۔ بہن بھائی۔ ماں بیٹی۔ بیوی۔ رشتہ دار۔ دوست۔ حاکم۔ محکوم یہ تمام شاخیں اس ایک تعلق سے شروع ہوتی ہیں۔ پس اگر میاں بیوی کے تعلقات اور جنسی تعلقات صحیح اصولوں پر ہوں تو سوسائٹی کے اچھے برتاؤ اور سلوک اس کی شاخیں ہونگی۔ اس صورت میں یہ کہنا غلط ہو گا۔ کہ اس تعلق کی صحیح بنیاد بہترین اخلاق ہے۔

نوجوان:۔ آپ کی تشریح صحیح ہے۔ اگر یہ مطلب ہو تو درست ہو سکتا ہے۔

عرفانی:۔ اسلام نے اخلاق کا جو معیار بتایا ہے۔ وہ انسان کے تمام طبعی تقاضوں کا صحیح اور برمحل استعمال ہے۔ اور وہ صرف کسی ایک شاخ کی تربیت نہیں کرتا۔ بلکہ تمام انسانی قویٰ کی تربیت کرتا ہے۔ اور چونکہ جنسی تعلقات پر سوسائٹی کا بہت بڑا مدار ہے۔ اس لئے اس کے متعلق جو قانون اسلام دیتا ہے وہ طبعی اور ارتقائی طرز کا ہے۔

نوجوان:۔ کہتے ہیں کہ اسلام میں شادی کے قانون میں عورت اور مرد کو آزادی نہیں۔

عرفانی:۔ یہ تو غلط ہے۔ اسلامی نکاح کی پہلی شرط پسندیدگی ہے زوجین ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ مگر اسلام وہ جذباتی اور شہوانی آزادی نہیں دیتا۔ کہ جوان مرد اور جوان عورتیں مہینوں اور برسوں کورٹ شپ کرتے ہیں۔ چونکہ ایسے تعلقات جذبات آفریں اور شہوانی خواہشات کے محرک ہوتے ہیں۔ اس لئے اس طریق پر شادیوں کا بابرکت ہونا بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اور اسی لئے یہ مضمون نگار شادی ہی کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ اسلام پسندیدگی کی تو شرط قرار دیتا ہے۔ مگر نکاح کو گارڈین کے بغیر اجازت نہیں دیتا اور مخفی نکاحوں کی تو اجازت ہی نہیں۔

نوجوان:۔ میں دوسرے وقت آپ پر اس کے متعلق مفصل گفتگو کروں گا۔

صاحب موصوف نے دوسرے وقت پر اس سلسلہ میں گفتگو کرنے کا وعدہ کر کے اس کو ختم کر دیا۔ میں نے اس کو بطور جملہ معترضہ یہاں لکھا ہے۔ ورنہ میرا مقصد یہ بیان کرنا تھا۔ کہ ان ممالک کی موجودہ حالت اور ضرورتوں نے سوسائٹی میں ایک ایسی تحریک پیدا کر دی ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت کے لئے مستند سامان ہو رہے ہیں۔ اس سے پہلے بھی میں نے کسی چٹھی میں اپنی جماعت کے تعلیم یافتہ افراد کو پکارا ہے۔ کہ وہ سلطان القلم کے غلام ہو کر کیوں قلم سے کام نہیں لیتے! فلسفہ اسلام پر مضامین لکھیں اور دنیا کی سیاسی حالت پر روشنی ڈالیں۔ تصوف اسلام کی حقیقت بیان کریں اسلام ایک ازلی اور ابدی مذہب ہے۔ اس لئے کہ وہ خدائے لم یزل کا دیا ہوا مذہب ہے۔ ہر زمانہ کی ضروریات کا وہ متکفل ہے۔ اور اس زمانہ علوم و سائنس کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر بتا دیا ہے۔ کہ اسی کے خادم زندہ اسلام کو پیش کر سکتے ہیں۔ پھر اگر ہم اس کے لئے قدم تو اٹھائیں اور پیش آمدہ اسباب سے کام نہ لیں۔ تو ہم سے بڑھ کر جواب دہ کون ہو گا! وقت آ گیا ہے۔ کہ قرآن کریم کی صداقتوں کو علوم جدیدہ کی تحقیقات کو مدنظر رکھ کر پیش کیا جائے ریویو کے لئے بہترین مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔ اگر ہمارے دوست توجہ کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف میں ہمارے لئے حقائق و معارف کا ایک بیش قرار اور ختم نہ ہونے والا ذخیرہ ہے۔ میں اپنے انگریزی خواں احباب میں سے سردست پانچ کے لئے تحریک کرتا ہوں۔ کہ وہ مہینے میں ایک ایک مضمون لکھیں۔ بگر مطالعہ کر کے۔ مضامین کا ایک خاص سلسلہ میں بھی ان کے خیال کے موافق پیش کر سکتا ہوں۔ جو دوست اس کے لئے آمادگی ظاہر کریں۔ وہ ناظر صاحب تالیف و تصنیف قادیان سے میری مجوزہ فہرست مضامین لے لیں۔ میں وہاں بھیج رہا ہوں۔

سلطان مراکو کے صاحبزادوں کی شادی کی تصاویر لنڈن میں کس طرح پہنچی ہیں

میں جن امور کو اپنے مشاہدات میں لکھتا ہوں۔ ان کے بیان کرنے سے میری غرض ایک اور صرف ایک ہی ہے۔ کہ میں اپنے احباب میں ایک جوش اور صحیح طریق پر کام کرنے کا جذبہ پیدا کر سکوں۔ لنڈن کے اخبارات کے متعلق میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ کہ وہ کس اولوالعزمی سے کام کرتے ہیں۔ ابھی سلطان مراکو کے تین بیٹوں کی شادیاں ہوئی ہیں۔ اس تقریب کی تصاویر کو جلد سے جلد اور سب سے پہلے لنڈن میں شائع کرنے کے لئے ڈیلی میل نے خاص اہتمام کیا یہ تصاویر ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو بہت دیر گئے پہونچیں۔ مگر یکم نومبر کے اخبارات میں شائع کر دی گئیں۔ اور مراکش سے ہوائی جہاز اور ریل کے ذریعہ لنڈن پہنچائی گئیں۔ اخبارات کے نامہ نگار جو ایسے کاموں کیلئے مقرر ہیں۔ اخبارات انہیں ایسے موقعہ پر ہر قسم کے اخراجات کے لئے پوری سہولت اور اختیارات دیتے ہیں۔ اور وہ بے دریغ روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔ بات معمولی ہے۔ اگر دو چار دن بعد بھی تصاویر شائع ہو جاتیں۔ تو شاید ہرج نہ ہوتا۔ لیکن نہیں اخبارات کا معیار خبر رسانی بہت اونچا ہے۔ اور مقابلہ زبردست۔ میں نے دیکھا۔ کہ یہاں مولانا درد سے بعض اخبارات کے نمائندے انٹرویو کرتے اور سب سے بڑی خواہش ان کی یہ ہوتی ہے۔ کہ جو کچھ انہیں معلوم ہو اسے کسی دوسرے کو نہ ہو جاوے۔ اس زمانہ میں اخبار نویسی ایک بڑی طاقت ہے۔ زندہ قوم کے پریس میں قوت کی ضرورت ہے حقیقی معنوں میں زندہ قوم تو ہم ہی ہیں۔ جو زندہ خدا اور زندہ رسول اور زندہ کتاب کے ماننے والی ہے۔ ہمارے پریس کی حالت کیا ہے ؎

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

مجھے تو پریس کا نام لیتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ اور دل درد مند بیٹھ جاتا ہے۔ اللہ رحم کرے اور ہم کو توفیق دے۔ کہ ہم اپنے اخبارات کو طاقتور بنا کر زندہ رکھ سکیں۔

ایک گرجے کے قاتل پادری کا امدادی فنڈ

امریکہ میں ایک قاتل پادری کے خلاف ایک مقدمہ چل رہا ہے۔ جس نے ایک لکھ پتی تاجر پوپ کو قتل کر دیا تھا۔ تاجر موصوف نے پادری صاحب کی کسی تقریر کے خلاف پروٹسٹ کرنے کو دیا تھا۔ پادری صاحب ماخوذ ہوئے۔ اور ان پر قتل انسان مستلزم سزا کا مقدمہ چلایا گیا۔ ضمانت پر پادری صاحب کو رہائی مل گئی۔ انہوں نے اس عرصہ میں پھر کسنسی خیز تقریریں کیں۔

اور اپنی تقریروں کو براڈکاسٹ کیا۔ جس میں اپنے قتل کے فعل کو حفاظت خود اختیاری کا بیان کیا۔ اور بالآخر گرجا میں اپنے مقدمہ کی پیروی کے لئے اپیل کیا اور ایک ٹب اپنے سامعین کے سامنے رکھ دیا۔ کہ اسے بھر دو۔ چنانچہ مجمع نے اس میں سکہ اور بنک نوٹ ڈالنے شروع کئے۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آن کی آن میں چار ہزار پونڈ یا ساٹھ ہزار روپیہ جمع ہو گیا۔ یہ ایک قاتل کے مقدمہ کی پیروی کے لئے ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ میں نے حفاظت خود اختیاری میں یہ فعل کیا ہے۔ چونکہ یہ مذہبی آدمی ہے۔ ایک گرجا کا خادم ہے۔ وہ لوگ جو مذہب سے بے پرواہ ہیں۔ اور باطل پرست ہیں۔ اس کے لئے آن کی آن میں ساٹھ ہزار روپیہ جمع کر دیتے ہیں۔ لیں اگر کہوں کہ کابل کے شہداء کے خون تم سے کوئی مطالبہ کر رہے ہیں۔ وہ جن کو اپنے آپ کو بچا لینے کا موقعہ دیا گیا تھا۔ جو آسانی سے اپنی جان بچا سکتے تھے۔ مگر ان کے سامنے دو سوال تھے۔ کیا اپنے آپ کو بچا کر چند روزہ زندگی کے لالچ میں جو آخر ختم ہو جائیگی۔ احمدیت کا گلا گھونٹ دیں۔ اور قاتل ملت کہلائیں۔ یا یہ کہ احمدیت کے اس مذبح پر قربان ہو کر آپ بھی ابدی زندگی حاصل کر لیں۔ اور احمدیت کو بھی زندہ رکھیں جو زندہ رہنے کے لئے قائم ہوئی ہے۔ انہوں نے دوسری بات کو پسند کیا۔ اور خدا کی دی ہو جان اسی کی رضا کے لئے دیدی۔ اور شہید ہو گئے۔ کیا ان کی شہادت اور ہمارے چند روزہ شور و پکار کے ساتھ کام ختم ہو گیا۔ اس سوال کا جواب میں تو کم از کم اپنے دوستوں سے سننا چاہتا ہوں۔ سرزمین افغانستان کی بچہ بانیاں ہم سے مزید قربانیوں کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اور شہیدان کابل کی ارواحیں ان پتھروں کے ڈھیروں سے جو ان پر پھینکے گئے۔ پکار پکار کر کہہ رہی ہیں۔ چلے آؤ بہادرو! راستہ صاف کر دیا ہے۔

مگر سوال یہ ہے۔ کہ کتنے ہیں۔ جو اس جانفروشانہ تبلیغ کے لئے اٹھ سکتے ہیں۔ تبلیغ کے راستے آسان ہیں۔ اور آج ایک جگہ بیٹھ کر بھی تمام دنیا میں آسانی سے تبلیغ ہو سکتی ہے۔ پیغام شہداء لکھو اور اسے چھپوا کر افغانستان کے ہر حصہ میں پہنچا دو۔ کابل کی حالت تمہاری مدد کی خواستگار ہے۔ میں لنڈن میں بیٹھا ہوا وہاں کی حالت کو دیکھتا ہوں۔ اور آپ افغانستان کے قریب رہ کر اس کی حالت کا معائنہ نہیں کرتے۔ گویا افغانستان سے دلچسپی کم ہو گئی ہے۔ ابھی بمبئی کے ایک مشہور پارسی جرنلسٹ مسٹر زیمان نے اخبارات کو ایک بیان دیا ہے۔ جو قابل غور ہے۔ مسٹر زیمان کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جب یورپ سے واپس ہوئے۔ تو بمبئی میں انہوں نے ملاقات کی تھی۔ وہ اپنے بیان میں افغانستان کی ترقی کے آثار و حالات میں تین باتوں کا خصوصیت سے ذکر کرتے ہیں:۔

"تعدد ازدواج کے دستور میں اب کمی ہے۔ پردہ کا رواج بھی زوال پذیر ہو رہا ہے۔ اور مغربی طرز کے لباس کی حکومت کی طرف سے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے"

کہنے کو یہ تین چھوٹی چھوٹی اور معمولی باتیں ہیں۔ مگر ان کی تہ میں کیا ہے۔ اور اسلام کی تعلیم کو کدھر سے کدھر لے جا رہی ہیں۔ خود کرو۔ اور اس سے اپنے فرائض اور ذمہ داری کو سوچو۔ ہمارے مخالف اگر ہم پر ظلم کرتے ہیں۔ جب وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم افغانستان کے دشمن ہیں۔ ہم تو دشمنوں کے حقیقی دوست اور خیر خواہ ہیں ؎

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

کی روح رونے کے خادم ہیں۔ وہ تمام چیزیں ہمیں محبوب ہیں۔ جن پر اسلام یا مسلم کا لفظ آ جاتا ہے۔ مگر ہاں ہم نادان دوست ہیں۔ اسلامی حکومتوں میں مغربیت کا اتباع زوروں پر ہے۔ اور یہ خطرناک راہ ہے۔ چاہئے یہ تھا۔ کہ وہ اسلامی روح تمدن کو اس مقام پر پہنچا دیتے۔ کہ مغرب ان کی اتباع کرتا۔ مغرب اپنے تمدن سے در اصل نالاں ہے۔ لوگوں کو خبر نہیں۔ پس اٹھو اور افغانستان۔ ترکی۔ مصر اور تمام بلاد اسلامیہ کیلئے ابر رحمت بن کے برس جاؤ۔

میرے تخیلات کا سلسلہ ہمیشہ بلند رہا ہے۔ اور یہ نیچے نہیں جا سکتا۔ میرے خیال میں جو آتا ہے۔ کہ گذرتا ہوں۔ وقت آ جائے گا۔ کہ تم اس زبان قلم سے کچھ سننا چاہو گے اور وہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکی ہوگی۔ میرے دوستو! اپنے پریس کی خبر لو۔ تمہیں بہت کچھ کرنا ہے۔ اور اس میں سب سے بڑا خادم تمہارا پریس ہو گا۔ الحکم کی یاد مجھے بے قرار کرتی ہے۔ اور کسی ذاتی غرض اور مقصد کو بحمد اللہ اس میں کبھی کوئی دخل نہیں رہا۔ الحکم کے ایام ابتلاء و الفتن نے ہمیشہ اس راز کو کھول دیا ہے۔ اب دوبارہ بھی منکشف ہو گیا ہے۔ میں الحکم کے لئے کسی نہایت وسیع میدان کا خواب دیکھ رہا ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ نے چاہا اور اس کے فضل سے میں مایوس نہیں ہوں۔ تو الحکم نئی قوت اور جوش کے ساتھ بلاد اسلامیہ میں احمدیت کی نوا کو لیکر نکلے گا۔ اور افغانستان و ایران۔ عرب و مصر کے ان مطالبات کو پورا کرنے کے لئے قدم اٹھائے گا۔ جو وہ ہم سے کر رہے ہیں۔ منزل دور اور راستہ دشوار گذار ہے۔ پاؤں میں پہلے ہی آبلے پڑ چکے ہیں۔ مگر دل میں جوش اور خون میں حرارت کو محسوس کرتا ہوں۔ اور اس تخیل سے ہی اپنے آپ کو خوش رکھتا ہوں۔ میں اگر اس خیال میں بھی مر گیا۔ تو مجھے خوشی ہو گی۔ کیوں؟ ؎

گر نباشد بدوست رہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

آپ سے اور کچھ نہیں دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ نعم المولیٰ و نعم النصیر

(عرفانی)

انسانی ترقی کے گر

اخلاص۔ ایمان اور استقلال یہ تین گر انسان کی ترقی کے ہیں۔ سچائی کو سب چیزوں پر مقدم کرے یہ اخلاص ہے۔ پھر اس کو اختیار کرے۔ یہ ایمان ہے۔ اس کے بعد خواہ کچھ ہو جائے۔ اسے کبھی نہ چھوڑے یہ استقلال ہے۔"

(خلیفۃ المسیح الثانی)

پرکاش کی بے بنیاد برخاش

اسلام نہیں بلکہ ویدک دھرم عدم رواداری کی تعلیم دیتا ہے

خدا جانے ایڈیٹر صاحب پرکاش کو اسلام اور بزرگان اسلام سے کیوں اس قدر نفرت اور بغض ہے۔ کہ وہ جب بھی اسلام اور بزرگان اسلام کے خلاف کچھ لکھتے ہیں۔ بغیر تحقیق کئے لکھتے ہیں۔ اور یہ بات ان کے دل میں نہیں آتی۔ کہ ہم جو کچھ لکھنے لگے ہیں۔ اس میں کچھ حقیقت بھی ہے۔ یا محض دشمنان اسلام کا افترا۔ اور بے بنیاد اتہام ہے۔ جس کا تازہ ثبوت یکم دسمبر ۱۹۲۶ء کے پرکاش کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی ملتا ہے۔ جو قطعی بے سند اور محض بہتان ہے۔ اسلام کی رواداری تعلیم کا نمونہ کہہ کر بعض لوگ اس کے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"کہاں تو مسلمان خلیفہ (حضرت عمرؓ) کا اس دلیل کے ساتھ سکندریہ کا کتب خانہ جو دنیا کی نہایت پاک امانتوں میں سے تھا۔ جلانے کا حکم دینا۔ کہ اگر اس کتب خانہ کی کتابیں قرآن پاک کے خلاف ہیں۔ تو یہ جلانے کے قابل ہیں۔ لیکن اگر قرآن کے مطابق ہیں تو بھی ان کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب قرآن موجود ہے۔ تو ان سے کیا فائدہ۔ اور کہاں آج اس کانفرنس میں جو ہزاروں کی حاضری میں جلسہ کے وسیع پنڈال میں ہوئی اسلام کے پرتی ندھی (نمائندہ) کا یہ کہنا۔ کہ میرا مذہب روئے زمین کے تمام پیغمبروں۔ نبیوں۔ اوتاروں کو ماننے کے ساتھ ساتھ ہر ایک مذہب کی مذہبی کتاب کو من جانب اللہ ماننے کی اجازت ہی نہیں حکم دیتا ہے"

(پرکاش یکم دسمبر صفحہ ۳)

سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اگر آریہ کانفرنس منعقدہ لاہور میں ایک مسلمان نمائندہ نے یہ کہہ دیا۔ کہ مجھے میرا مذہب اس لئے پیارا ہے۔ کہ وہ دیگر تمام مذاہب کے مقدسین کی عزت کرنے کے ساتھ ہی مذہبی کتب کو الہامی ماننے کا بھی حکم دیتا ہے۔ جو خدا کی طرف سے نازل ہوئیں۔ تو اس سے مہاشہ پرکاش کو کیوں تکلیف ہوئی۔ جب یہ اسلام کا اصول ہے۔ کہ دنیا میں جس قدر رسول آئے۔ وہ قابل عزت ہیں۔ اور جس قدر کتابیں دنیا میں الہامی سمجھی جاتی ہیں۔ وہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں۔ جو بعد میں اپنے معتقدوں کے ہاتھوں خراب ہو گئیں۔ تو اس میں کونسی خلاف واقعہ بات تھی۔ جس کو پرکاش کے ایڈیٹر صاحب برداشت نہ کر سکے؟

لالہ راد ہاکشن صاحب کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ آریہ کانفرنس میں مسلمان مولوی نے جو کچھ کہا۔ وہ اسلامی تعلیم کی بنا پر کہا ہے۔ نہ کہ آریوں کی طرح محض لوگوں کو خوش کرنے کے لئے منہ پاتنتاب کہہ دیا۔ ہمارا اعتقاد ہے۔ کہ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر کے ماتحت دیگر اقوام و ملل میں بھی بشیر و نذیر آئے۔ جن کی عزت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور ان مقدسین پر جو کچھ خدا کی طرف سے نازل ہوا۔ اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور یہ وہ اصل ہے۔ جو سوائے اسلام کے اور کسی مذہب نے اپنے پیروؤں کو نہیں

سکھلائی - اور یہی وہ تعلیم ہے - جس کے متعلق کہا جا سکتا ہے - کہ وہ اپنے معتقدوں کو فراخدلی اور رواداری کا سبق پڑھاتی ہے - باقی رہا یورپ کے بعض افترا پرداز بادریوں کی کاسہ لیسی کرتے ہوئے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ پر کتب خانہ سکندریہ کے جلوانے کا ناپاک الزام لگانا - سو وہ بھی ویسے ہی غلط ہے - جیسا کہ ایڈیٹر صاحب پرکاش کا مذکورہ بالا اسلامی تعلیم سے انکار کرنا - اگر ایڈیٹر مہاشہ کو حق و حقانیت کا کچھ بھی پاس ہوتا - تو ان کی قلم سے یہ ناپاک الفاظ کبھی نہ لکھے جاتے - کہ سیدنا حضرت خلیفہ ثانی نے "سکندریہ کا کتب خانہ جو دنیا کی نہایت پاک اما نتوں میں سے تھا - (اس کے) جلانے کا حکم دیا " کیونکہ اس بے بنیاد بہتان کی نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ خود یورپ کے حق جو محققوں نے بھی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں - اور دلائل و براہین سے ثابت کر دیا ہے - کہ اس علم دوست بزرگ انسان کی طرف کتب خانہ سکندریہ کا احراق منسوب کرنا محض افترا اور بہتان ہے -

اس مختصر سے مضمون میں اتنی گنجائش نہیں - کہ اس مشہور علمی کتب خانہ کی تاریخ کو تفصیل وار نقل کریں - یا ان محققین یورپ کی وہ تمام تحقیق درج کریں - جس سے اس کتب خانہ کی بربادی کا الزام حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دور ہو جاتا ہے - اس لئے ذیل میں اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے چند محققین کی کتابوں میں سے بقدر مناسب کچھ اقتباس نقل کرتے ہیں - جن کے پڑھنے سے ناظرین کو ایڈیٹر صاحب پرکاش کی بیہودہ پرخاش اور ناروا الزام کی اصل حقیقت معلوم ہو جائے گی ۔

گبن

ایسا مشہور و معروف مورخ اس واقعہ کی بناوٹی روایت نقل کرتے کے بعد لکھتا ہے - کہ :-

"میں بجائے اس واقعہ کی اہمیت اور اس کے نتائج کے دونوں کے انکار کی طرف بہت مائل ہوں "

پھر آگے چلکر کہتا ہے - کہ :-

"حضرت عمر کے یہ سخت احکام (جن کا ذکر ایڈیٹر پرکاش نے کیا ہے)

اسلام کے اصولوں کے خلاف معلوم ہوتے ہیں - وہ تو صاف کہتے ہیں - کہ یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتابیں جو جنگ میں دستیاب ہوئی ہیں - وہ ہرگز نہ جلائی جائیں - نیز پاک سائنس - تاریخ - شاعری - طب اور فلسفہ کی کتابوں کو بھی مسلمان اپنے کام میں جائز طریقے پر لا سکتے ہیں "

(تاریخ رومن امپائر - فتح اسکندریہ صفحہ ۹۱۲)

ہم اس بے لاگ محقق کی محولہ بالا شہادت پر کچھ ایزاد کرنا تحصیل حاصل سمجھتے ہیں - مگر اتنا ضرور کہیں گے - کہ اسلامی لٹریچر سے قطعی ناواقف ایڈیٹر صاحب پرکاش گبن کے جلی الفاظ غور سے پڑھیں - تاکہ انہیں اسلام اور حضرت عمر کے ارشاد و اعلان کا علم ہو جائے - کہ وہ کیسے ہیں - اور سنئے -

موسیو رینان

اپنے اس لیکچر میں جو ۱۸۸۳ء میں "اسلام اور علم" پر اس نے دیا تھا - اس میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے صاف لفظوں میں یہ بھی کہا کہ :-

"اگرچہ کہا جاتا ہے - کہ عمرو بن عاص نے اسکندریہ کا کتب خانہ جلا دیا - لیکن یہ **کذب صریح** ہے - کتب خانہ مذکور اس سے مدتوں پہلے جل چکا تھا "

ڈاکٹر گستاولی بان

اپنی تصنیف "تمدن عرب" میں لکھتا ہے - کہ :-

"کتب خانہ اسکندریہ کے جلانے کا الزام (حضرت) عمرؓ پر لگایا جاتا ہے - اس کی بابت اس قدر کہوں گا - کہ اس قسم کے وحشیانہ فعل عربوں کی اوضاع و عادات کے اس قدر خلاف تھا - کہ تعجب ہوتا ہے - کہ اس قسم کی جھوٹی کہانی اتنے دنوں تک کیونکر چلی ہے اور قبولیت حاصل کی ہمارے زمانہ میں اس واقعہ کی تردید ایسے عمدہ طور پر ہو گئی ہے - کہ اس سے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں - نہایت آسانی کے ساتھ اور بہت ہی صاف اور صحیح حوالوں کے ذریعہ سے ثابت ہو سکتا ہے - کہ عربوں سے بہت پہلے خود عیسائیوں نے اسکندریہ کے بُت پرستوں کے کتب خانہ کو اس اہتمام کے ساتھ برباد کر دیا تھا - جس اہتمام کے ساتھ انہوں نے ان کی مورتیں توڑ ڈالی تھیں "

(اردو ترجمہ تمدن عرب)

ایڈیٹر صاحب پرکاش کے بے بنیاد بہتان کی تردید کے لئے مندرجہ بالا شہادتیں بھی کافی سے وافی ہیں - مگر ہم چاہتے ہیں - کہ اس طور کے دو تین اقتباس اور بھی نقل کریں - تاکہ آئندہ کے لئے اس قسم کی افترا پردازیوں سے لالہ راد ہاکشن صاحب احتراز کریں -

جارج وائٹ

"جرائم یورپیا" نامی کتاب میں لکھتے ہیں - کہ :-

"یہ جس شخص نے اس کتب خانہ کو جلایا - وہ بیٹر بارک تھیفلس ہے - جس نے شہنشاہ تھیوڈوسیس کے حکم سے اسکندریہ میں مسلمانوں کے داخل ہونے سے بہت پہلے برباد کرایا تھا - اور یہ معلوم ہے کہ **مذہب اسلام میں کتابوں کا جلانا ممنوع ہے** "

کیا اچھا ہو - اگر پرکاش کا اڈیٹر جارج وائٹ کے جلی الفاظ کو حق طلبی کی نیت سے پڑھے - یہی نہیں ۔

موسیو سیدیو

جیسا فاضل مورخ بھی اپنی کتاب "تاریخ عرب" میں وہ فقرہ لکھکر جو ایڈیٹر پرکاش نے حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کیا ہے - یوں گویا ہے - کہ :-

"علاوہ اس کے یہ قول کہ قرآن کے موافق ہونے سے وہ کتابیں بے فائدہ ہیں - بالکل ایک احمقانہ قول ہے - **جس کی نسبت اس مشہور خلیفہ کی طرف نہیں کی جا سکتی - جس کی دانائی کو تمام دنیا کی قوموں نے تسلیم کر لیا ہے** " الخ

مؤلفین چیمبرس انسائیکلوپیڈیا

بھی لکھتے ہیں - کہ :-

"یہ کتب خانہ عربوں نے نہیں جلایا - بلکہ

ان پر جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے " (جلد اول صفحہ ۱۳)

فاضل جارج صاحب

بھی "تریاق خرافات" میں (بطرز) لکھتے ہیں - کہ :-

"یہ خبر ہے - کتب خانہ اسکندریہ کیا ہوا ؟

جواب دو - کہ یورپ کی وحشی قوموں نے اس کو تھیوڈوسیس کے حکم سے ۳۹۰ء میں جلا دیا - یہ خاموش کتابیں زبان حال سے اس الزام کی تکذیب و تردید کر رہی ہیں - جو روما میں گھڑا گیا - کہ مسلمانوں نے (حضرت) عمرؓ کے حکم سے اسے جلا دیا (حضرت) عمرؓ کی طرف اس جھوٹ کو منسوب کرنا بالکل افترا اور بہتان ہے "

کہاں تک لکھیں اس قسم کی اور بھی بیسیوں شہادتیں نقل کی جا سکتی ہیں مگر فی الحال انہی پر اکتفا کرتے ہیں - اب جب کہ غیر جانبدار محققین کے اقوال و بیانات سے ثابت کر دیا گیا - کہ مہاشہ رادہاکشن صاحب کا کتب خانہ اسکندریہ کی بربادی کو سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا قطعی غلط - بے بنیاد اور پوچ ہے - تو اس کے بعد ہم ان سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں اور وہ بتلائیں - کہ اگر آپ کے نزدیک کسی اہل مذہب کا غیر اقوام کا علمی ذخیرہ کو برباد کرنا خود اس کے مذہب پر عدم رواداری کا الزام عائد کرتا ہے - تو کیا ایسی حالت میں ویدک دھرم پر یہ الزام نہ لگیگا - جب ہندوستان کی قدیم تواریخ کے پارینہ اوراق پکار پکار کر کہہ رہے ہیں - کہ ویدک دھرمیوں نے اپنے زمانہ عروج میں جینیوں اور بودھوں کی کتب مقدسہ اور دیگر علمی تصانیف کو نہایت بے دردی سے تباہ برباد اور جلا کر خاکستر کر دیا - تو اس صورت میں ان ویدک دھرمیوں کا یہ وحشیانہ فعل ویدک دھرم کو رواداری و فراخدلی کے مخالف تعلیم دینے والا نہ ٹھیر آئیگا ؟ ہاں اگر مہاشہ کرشن جی کا بیان کردہ اصول درست ہے - تو یہ الزام ویدک دھرم پر لگیگا اور ضرور لگے گا - اور یہ تسلیم کرنا ہوگا - کہ ویدک دھرم کی تعلیم بردباری اور فراخدلی اور رواداری کے صریح مخالف بلکہ دشمن ہے - اگر کسی سماجی نے تواریخ ہند کے اس وحشیانہ باب کو نہ پڑھا ہو - تو وہ عند الضرورت ہم سے حوالہ دریافت کر سکتا ہے - لیکن اس جگہ بھی ہم نمونۃً ایک آریہ سماجی پروفیسر کا ایک قول نقل کر دینا چاہتے ہیں - جو کہ اس مفصل خونی باب کی ایک سطر سمجھا جانا چاہیئے ۔

پروفیسر بالکرشن صاحب

لکھتے ہیں - کہ :-

"پورانکوں (ویدک دھرمیوں) نے بودھوں اور جینیوں کو ملک بدر کر کے ان کو مختلف قسم کی تکالیف پہنچانے اور ان کے مقدس مقامات اور بتوں کو توڑنے کے ساتھ ساتھ ان کی ہزاروں کتابیں بھی ضرور برباد کی ہونگی جن میں تواریخی کتب بھی ضرور ہونگی "

(مختصر تاریخ ہند - ہندی جلد اول صفحہ ۱۷)

پس جب ایک ویدک دھرمی خود کہتا ہے - کہ پورانکوں یعنی موجودہ آریوں کے آباؤ اجداد نے اپنے زور و قوت کے زمانہ میں جینیوں اور بودھوں کی ہزاروں کتابیں جلا دیں - تو اب یہ تسلیم کرنے میں کیا امر مانع ہو سکتا ہے - کہ بروئے اصول مہاشہ کرشن جی ویدک دھرم عدم رواداری

کا حکم دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے ماننے والوں نے جہاں غیر مذاہب و اقوام کے مقدس معابد گرائے۔ اور مسمار کئے۔ وہاں ان کی ہزارہا کتابیں بھی خاکستر کر دیں۔

باقی رہا ایڈیٹر صاحب پرکاش کا اسلام کی رواداری نہ تعلیم کے خلاف یہ دلیل دینا کہ اس کے پیرو غیر مسلموں کو کافر کہتے ہیں۔ تو اس کے متعلق بھی انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ کسی منکر اسلام کو کافر کہنا گالی نہیں۔ حقیقت الامر کا اظہار ہے کیا وید شاستر۔ سوامی دیانند اور خود آپ لوگ منکران وید کو ناستک نہیں کہتے۔ جو نہایت ہی ناگوار اور غیروں کے لئے اذیت دہ لفظ ہے۔ کیونکہ کافر کے معنے صرف منکر کے ہیں۔ مگر ناستک خدا سے انکاری کو کہتے ہیں۔ پس یہ دلیل بھی لالہ رادھا کشن صاحب کی پھسپھسی نکلی۔ اور وہ ثابت نہ کر سکے کہ اسلام رواداری کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ خدا کے فضل سے ہم نے انہی کے بیان کردہ اصول سے ثابت کر دیا۔ کہ اسلام نہیں بلکہ ویدک دھرم جبر اور عدم رواداری کی تعلیم دیتا ہے۔ اب ناظرین خود فیصلہ کریں۔ کہ کون سا مذہب قابل قبول ہے۔ آیا وہ جو تمام مقدسوں کی تعظیم کا حکم دیتا ہے۔ یا وہ جو سوائے چار رشیوں کے باقی تمام نبیوں۔ اور مقدس بزرگوں کو مفتری اور جھوٹا بتلاتا ہے۔ اور جو اپنے منکروں کو کافر نہیں بلکہ ناستک بتلاتا ہے۔

(فضل حسین احمدی مہاجر۔ قادیان)

لنڈن میں ایک مسجد کی تیاری

لنڈن ٹائمز میں رائٹ آنریبل مسٹر امیر علی لکھتے ہیں۔ کہ جس مسجد کی تجویز ۱۹۱۰ء میں سوچی گئی تھی۔ اس کو اب لباس عمل پہنانے کا وقت آگیا ہے۔ یہ مسجد ایسی شاندار ہوگی۔ کہ دنیا اس کو اسلام کا ایک نشان عظیم سمجھے گی۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہوگی۔ کہ وہ لنڈن کے عین مرکز میں تعمیر کی جائیگی۔

جہاں تک ہمیں یاد ہے۔ مجوزہ مسجد کے لئے ایک معقول رقم بھی اس زمانہ میں فراہم کی گئی تھی۔ جو غالباً مسجد کے نام پر بنک آف انگلینڈ میں جمع ہوگئی۔ اگر اس رقم کو بنیاد قرار دیکر مزید سرمایہ فراہم کیا جائے تو مسجد کی تعمیر آسان ہو جائیگی۔

مسجد احمدیہ کی تعمیر کے بعد اس پرانے خیال کا تازہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اول الذکر مسجد نے مجوزہ مسجد کے ٹرسٹیوں کے سمند خیال پر ایک زبردست تازیانہ لگایا ہے۔ اور ان کو محسوس ہوا ہے کہ ایک چھوٹے سے اسلامی فرقہ کی عالی ہمتی کا تو یہ حال ہو۔ کہ وہ نہایت قلیل مدت میں ایک مسجد تعمیر کرلے۔ مگر وہ مسجد جس کیلئے تمام مسلمانان عالم سے اپیل کی گئی تھی اب تک پردہ عدم میں مستور ہے۔

اللہ جس کو چاہتا ہے بزرگی عطا کرتا ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس معاملہ میں اولیت کا سہرا جماعت احمدیہ قادیان کے سر ہے۔

(منقول از حمایت اسلام لاہور ۹ر دسمبر ۱۹۲۶ء)

اقتباسات

انگلستان و ہندوستان کے درمیان ہوائی جہاز

جو ہوائی جہاز سو مسافروں کو لے کر انگلستان و ہندوستان کے درمیان پرواز کرے گا۔ اس میں نہ صرف نفیس باورچی خانہ وسیع کھانے کا کمرہ۔ اور آرام دہ سونے کے کمرے ہونگے۔ بلکہ باجہ کے لئے ایک بینڈ کا بھی سامان ہوگا۔ ایک ڈرائنگ روم ہوگا۔ ہر سامان سے مکمل غسل خانہ ہوگا۔ اور ناچنے کا کمرہ بھی ہوگا اب مرد و زن کسی سے بھی یہ توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ ہندوستان تک سفر کرنے میں کوئی اپنے شوق کی چیزوں کو چند روز کے لئے بھی ترک کر سکے۔

(سچ ۱۰ر دسمبر ۱۹۲۶ء)

مقتولین و مجروحین جنگ عظیم

ملک	مقتولین	مجروحین
(۱) برطانیہ	۹,۴۷,۰۲۳	۲۱,۲۱,۹۰۶
(۲) فرانس	۱۳,۹۳,۳۸۸	۴۲,۹۰,۰۰۰
(۳) اٹلی	۴,۶۰,۰۰۰	۹,۴۷,۰۰۰
(۴) جرمنی	۲۰,۵۰,۴۶۶	۴۲,۰۲,۰۰۰
(۵) آسٹریا و ہنگری	۱۲,۰۰,۰۰۰	۳۶,۲۰,۰۰۰
(۶) روس	۱۷,۵۰,۰۰۰	اعداد نہ مل سکے
(۷) رومانیا	۳,۳۵,۷۰۶	"
(۸) بلجیم	۱۰,۱۳۸,۱۴۲	۴۴,۶۸۶
(۹) سرویہ	۱,۲۷,۵۳۵	۱,۳۳,۱۴۸
(۱۰) ترکی	۳,۰۰,۰۰۰	۵,۷۰,۰۰۰
(۱۱) بلگیریا	۱,۰۱,۲۲۴	۱,۵۲,۴۰۰
(۱۲) امریکہ	۱,۱۵,۶۶۰	۲,۰۵,۶۹۰
(۱۳) پرتگال	۷,۲۲۲	۱۳,۷۵۱
میزان	۷۸,۵۰,۵۹۴	۱,۸۹,۵۰,۰۳۵؟

(روس و رومانیہ کے اعداد ملا کر قریب دو کروڑ کے ہو جاتے ہیں۔ یہ اتلاف نفوس کا تخمینہ تھا۔ مالی نقصان کے لحاظ سے کل ممالک پر بار کا تخمینہ ۱۸ ارب پونڈ (یعنی ۹ کھرب روپیہ) کیا جاتا ہے۔

(سچ ۱۰ر دسمبر ۱۹۲۶ء)

عیسائیوں کا سلوک علمی کتب سے

اندلس کی اسلامی یونیورسٹی کے تعلیم پائے ہوئے عیسائیوں نے جب یورپ کے عیسائی ملکوں میں جاکر علم اور عقل کی باتوں کا اظہار کیا۔ تو وہ ہر جگہ ستائے اور تنگ کئے گئے۔ انہی مذکورہ عیسائیوں میں سے ایک نے جب قوس و قزح کی نسبت کہا۔ کہ یہ خدا کی انتقام لینے والی کمان نہیں ہے۔ بلکہ پانی کے قطرات پر آفتاب کی روشنی پڑنے سے نمایاں ہوتی ہے۔ تو اس کو قید کر دیا گیا۔ اور جب وہ قید خانہ میں مر گیا۔ اور اس کو دفن کیا گیا۔ تو بعد میں مذہبی فتوے کے مطابق اس کی لاش قبر میں سے نکال کر آگ میں جلائی گئی۔ ایک جاسوسی کا محکمہ قائم کیا گیا۔ کہ کوئی کتاب پوپ کی اجازت کے بغیر شائع نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس محکمہ کے ذریعے ۱۴۸۱ء سے ۱۴۹۱ء تک ایک لاکھ چودہ ہزار نو سو چھ آدمی محض اس لئے مجرم قرار دیئے گئے۔ کہ وہ علم و حکمت یا فلسفہ کی باتیں زبان یا قلم تک لائے تھے۔ ان میں سے ایک ہزار تیئیس کو زندہ آگ میں ڈال کر جلایا گیا۔ اور سولہ ہزار آٹھ سو کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔ باقی کو دوسری سخت سزائیں دی گئیں۔ اندلس میں عیسائیوں نے چیرہ دست ہو کر ۱۴۹۱ء میں تیرہ لاکھ بے ضرر اور امن پسند مسلمانوں کو معاہدہ کے خلاف صرف اس وجہ سے آگ میں زندہ ڈالکر جلایا۔ کہ وہ عیسائی نہ تھے

(مسلم راجپوت ۲۲ر دسمبر ۱۹۲۶ء)

انجیل کی اشاعت

آپ انجیل اور قرآن کی اشاعت کا مقابلہ کریں۔ تو کہنا پڑیگا کہ گذشتہ ایک ہزار سال میں دنیا بھر کے ۴۰ کروڑ مسلمانوں نے مجموعی طور پر قرآن پاک کی اس قدر اشاعت بھی نہیں کی۔ جس قدر ایک تنہا مسیحی سوسائٹی (برٹش اینڈ فارن سوسائٹی لنڈن) نے صرف ایک سو سال میں انجیل کی خدمت و اشاعت کی ہے۔ عیسائی علماء نے لاطینی، اطالی، جرمن، فرانسیسی، سویڈنی۔ عبرانی، انگریزی، روسی۔ ارگونی فارسی، ترکی۔ اسپرنٹو، اردو، ہندی، ملائی۔ پشتو، ماطوی۔ چینی جاوی، بنگالی، اردو رومن، انجی کل ۵۰ کے قریب زبانوں میں قرآن کا ترجمہ کیا ہے۔ اور مسلمانوں نے۔ انگریزی فارسی، اردو، جاوی۔ مرہٹی اور ترکی یعنی کل چھ یا سات زبانوں میں۔ آپ یہ سن کر تعجب کریں گے کہ گذشتہ ۱۲۲ سال میں صرف ایک سوسائٹی (برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لنڈن) نے ۵۷۳ زبانوں میں انجیل کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ اور بتیس کروڑ انجیلیں مختلف اقوام میں تقسیم کی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس وقت انجیل تو ۵۷۳ زبانوں میں پڑھی اور سمجھی جاتی ہے۔ اور قرآن پاک صرف سات یا آٹھ زبانوں میں۔

(تنظیم ۱۴ر دسمبر ۱۹۲۶ء)

نعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام

(مکرمی ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کی یہ نظم جلسہ سالانہ کے موقعہ پر پڑھی گئی)

صَلِّ علیٰ اِمامِنا صَلِّ علیٰ محمدٍ | صَلِّ علیٰ حبیبنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ شفیعنا صَلِّ علیٰ محمدٍ | صَلِّ علیٰ مسیحنا صَلِّ علیٰ محمدٍ

صَلِّ علیٰ ولیّنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ نبیّنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ

اُسکی نگاہ جانفزا ۔ اُس کا نفس حیات زا | اُس کا کلام بے بہا ۔ اُسکی دعا فلک رسا
ختمِ نگینِ اولیا ۔ ظلِّ مہینِ انبیا | ساری ادائیں دلربا ۔ نورِ خدا خدا نما

صَلِّ علیٰ حبیبنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ نبیّنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ

مرجعِ عام تختگاہ ۔ منبعِ فیض بارگاہ | لشکرِ آخریں سپاہ ۔ آل میں اسکی بادشاہ
شہرِ صیام مہر و ماہ ۔ صدق پہ اسکے ہیں گواہ | دم سے ہوئے عدو تباہ ۔ زورِ قلم پناہ پناہ!!

صَلِّ علیٰ مسیحنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ نبیّنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ

مہبطِ وحیِ ذوالجلال ماحیِ دجل و ضلال | قاتلِ خوکِ بدخصال ۔ فاتحِ جنگِ ابتہال
کسرِ صلیبِ بے مثال غلبۂ دینِ لازوال | خوب لُٹا ئے گنج و مال کر دیا خلق کو نہال

صَلِّ علیٰ مسیحنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ اِمامِنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ

وصف ہوں اسکے کیا رقم ۔ ٹوٹ گیا یہاں قلم | امن و امان کا علَم ۔ عدل و حکَم ۔ شہِ اُمم
علم کے آگے سر ہیں خم ۔ گُنگ ہوئے عرب عجم | کثرتِ غیب دمبدم ۔ نصرتِ حق قدم قدم

صَلِّ علیٰ اِمامِنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ نبیّنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ

آیا نذیرِ فتحیاب ۔ لاکھوں نشاں ہیں ہم رکاب | تیرہ ہیں مہر و ماہتاب ارض و سما میں اضطراب
قحط و مرض وبا ۔ عذاب خسف زمین و سیلِ آب | جنگِ عظیم و انقلاب سارا جہاں ہوا کباب

صَلِّ علیٰ مسیحنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ نبیّنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ

دورِ جبالِ سیرت ۔ عہدِ عشارِ عطّلت | زورِ بحارِ فجّرت ۔ شورِ قبورِ بعثرت
نارِ جحیم سعّرت ۔ بوئے نسیم ازلفت | وصلِ نفوس زوّجت ۔ وقتِ ظہورِ اُقّتت

صَلِّ علیٰ رسولنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ نبیّنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ

حُسن و جمالِ یوسفی ۔ شانِ جلالِ موسوی | نفخِ مسیحِ ناصری ۔ خُلق و شیمِ محمدی
ربِّ قدیر کا جری ۔ رام و کرشن کا وصی | جامعِ عقل اور وحی ۔ سحرِ قلم اداؔنئی

صَلِّ علیٰ حبیبنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ نبیّنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ

جائے سلامِ اوّلین ۔ بادِ تمامِ آخرین | پادشہِ مجدّدین ۔ شہنشہِ مبلّغین
خیرِ اُمم ہیں ہمنشین ۔ فخرِ رسل ہیں جانشین | روضۂ پاک عنبریں ۔ خُلدِ بریں ہے این زمیں

صَلِّ علیٰ مسیحنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ
صَلِّ علیٰ نبیّنا ۔ صَلِّ علیٰ محمدٍ

آمین

انگریزی ریویو کے دس خریدار

(۱) ملک کرم الٰہی صاحب ضلعدار نے ایک سو دالنیٹر کی تحریک پر انگریزی ریویو کے لئے دس خریداروں کے نام بھجوائے ہیں ۔ اور ارشاد کیا ۔ کہ ان کو وی پی کر دیا جائے۔

ملک صاحب کا نمونہ اور ہمت دوسرے دوستوں کے لئے قابل تقلید ہے۔

(۲) برادر فضل محمد خان صاحب شملہ نے انگریزی ریویو کی اشاعت کے لئے خاص عزم فرمایا ہے ۔ جو تجویز برادر موصوف نے کی ہے ۔ اگر اس کے مطابق وہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہونگے ۔ عنقریب میں آپ کو بشارت دے سکوں گا ۔

جماعت احمدیہ کی دینی خدمات کا اعتراف

ڈاکٹر سیف الدین کچلو کے اخبار تنظیم امرتسر سے

قادیانی احمدیوں کا نظام تبلیغ

ایک ایسی منظم جماعت جس کے افراد میں ایثار اور استقلال موجود ہو۔ ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہوتی ہے۔ آج سے چند روز پہلے "احمدیہ جماعت" مذہبی مجلسوں میں دل لگی اور مضحکہ و تفریح سے زیادہ اہم نہ تھی۔ لیکن اس وقت وہ ایک عظیم الشان انسٹی ٹیوشن ہے۔ اگرچہ اس کے افراد کی تعداد کم ہے۔ لیکن اس کے عمل و ایثار کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ جو کام پراگندہ حال مسلمانوں کے کروڑوں افراد نہیں کر سکتے۔ اس پر یہ منظم جماعت بسہولت قادر ہے۔ ہم سلسلہ احمدیہ کے کمزور پہلوؤں سے ناواقف نہیں ہیں۔ لیکن اس کے محاسن پر بھی اب بالکل پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ مذہبی میدان میں جس قدر مسلمان جماعتیں احمدیوں کے مقابل آئیں۔ ان کے پاس الفاظ منطقی دلائل اور غیر مادی خیالات کے سوا کوئی ہتھیار موجود نہ تھا۔ اور جب سے یہ دنیا بنی ہے۔ یہاں جب کبھی "الفاظ" اور "اعمال" کا مقابلہ ہوا ہے۔ میدان ہمیشہ "اعمال" کے نام پر فتح ہوتے رہے ہیں۔ احمدیہ جماعت کی کامیابی اس کے عقائد کی صداقت کی وجہ سے نہیں بلکہ اعمال کی صداقت کی وجہ سے ہے۔ اس وقت ہندوستان میں صرف مسیحی نظام تبلیغ کو احمدیہ نظام تبلیغ کے بالمقابل کھڑا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں تک ولولہ و جوش اور ایثار و فدائیت اور اطاعت و تنظیم کا تعلق ہے۔ ہندوستانی عیسائیوں کی جماعت احمدیہ جماعت کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ قادیانی جماعت" کا نظام ایک مضبوط سے مضبوط گورنمنٹ نظام" کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور اس کے ہر ایک شعبے میں اسی قدر باقاعدگی، ضابطہ داری اور اصول پرستی، موجود ہے۔ جس قدر کسی منظم گورنمنٹ کے مختلف محکموں میں ہوا کرتی ہے۔ ہم اس جماعت کی تنظیمی حیثیت کے متعلق چند نمایاں واقعات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ ہمارے احناف، اہلحدیث اور شیعہ بزرگ سبق حاصل کریں۔ اس مضمون کا تعلق عقائد سے نہیں بلکہ صرف نظم جماعت" سے ہے۔

بستی محمود آباد

یہ جرائم پیشہ اقوام کی ایک بستی ہے۔ جس میں ۸۲ مرد اور عورتیں آباد ہیں۔ گورنمنٹ نے ان لوگوں کو اس غرض کے لئے آباد کیا ہے۔ کہ وہ سرکاری زمینوں کی کاشت پر اپنا گذارہ کریں۔ اور احمدیہ واعظوں کی نگرانی میں مجرمانہ عادات ترک کر کے شہری اور مہذب زندگی کے اصول سیکھیں۔ اس بستی میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے تین معلم کام کر رہے ہیں۔ دو مرد اور ایک عورت۔ یہ معلم حکومت سے تنخواہ پاتے ہیں۔ مگر ان کا تقرر انجمن احمدیہ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس وقت تک اس بستی کے نو آدمی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں جرائم پیشہ اقوام کی صدہا بستیاں موجود ہیں۔ جن کی نگرانی عیسائیوں کے اور بعض کی اکالیوں کے۔ زمین اور مصارف آبادکاری پر روپیہ حکومت کا خرچ ہوتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا کوئی حنفی، اہلحدیث اور شیعہ انجمن بھی ایسی موجود ہے۔ جس نے جرائم پیشہ کی اقوام کی اصلاح کا کام اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہو۔

شفاخانہ نور قادیان

اس وقت ہندوستان میں ہزاروں مشن ہسپتال موجود ہیں۔ جہاں ہر سال لاکھوں ہندو مسلمانوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔ اور اس "مفت علاج" کے رستے سے عیسائیت کے لئے کروڑوں غیر متعصب، سادہ لوح، حاجتمند اور مصیبت زدہ انسانوں کی ہمدردی حاصل کی جاتی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کسی مسلمان تبلیغی انجمن نے بھی تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے علاقہ ارتداد میں کوئی قابل ذکر ہسپتال قائم کیا۔ جو ہر قسم کے جدید آلات و سامان سے آراستہ ہو۔ اور جہاں دوستوں اور دشمنوں سے یکساں ہمدردی کی جاتی ہو۔ اس قسم کے ہسپتال کا نمونہ قادیان میں موجود ہے۔ اس ہسپتال کے لئے ارسال اپریشن کے اوزار و لیس بستروں کی چادروں لوہے کی چارپائیوں اور ادویات کا مطالبہ کیا گیا ہے کیا ہماری بڑی بڑی تبلیغی انجمنوں کے لئے اس واقعہ میں کوئی درس عبرت موجود نہیں؟

صیغہ طبع و اشاعت

صدر انجمن احمدیہ قادیان نے اپنے منتشر اخبارات و رسائل کو ایک مرکز سے وابستہ کر کے صیغہ طبع و اشاعت کے نام سے ایک مستقل محکمہ قائم کر دیا ہے۔ جو اس وقت سات اردو اور انگریزی اخبارات کی اشاعت، طباعت اور دیگر ضروری امور کا انتظام کرتا ہے۔ ہمارے ہاں بھی اکثر پروپیگنڈا آفس اور پبلسٹی بیورو قائم ہوتے ہیں۔ مع

گر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

حال ہی میں اس محکمے کی طرف سے ایک عورتوں کا رسالہ شائع ہوا ہے۔ جس کا مقصد عورتوں کی تنظیم اور عورتوں کے ذریعے عورتوں میں بیداری پیدا کرنا ہے "ریویو آف ریلیجنز" ایک انگریزی رسالہ لنڈن سے چھپتا ہے۔ حال ہی میں شیخ یعقوب علی نے اس کے لئے ایک سو ڈاکٹروں کے لئے اپیل کی ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک ڈاکٹر ہندو، سکھ، عیسائی تاجروں، ڈاکٹروں، زمینداروں اور وکیلوں میں سے ایک سو خریدار بہم پہنچائے۔

لجنۃ اماء اللہ

مسیحی نظام تبلیغ میں عورتوں کا درجہ مردوں سے کم نہیں ہے۔ اور واقعہ یہ ہے۔ کہ عورتوں کی شمولیت کے بغیر مردوں کا کوئی کام مکمل بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر تحریک ترک موالات میں ہندوستانی عورتیں مردوں کا ساتھ دیتیں۔ تو آج ملک کی حالت دگرگوں نہ ہوتی۔ لیکن اگر سیاسی کاموں میں آپ عورتوں کی شمولیت کے قائل نہ بھی ہوں تو کم از کم تعمیر و اصلاح" کے متعلق تو آپ کو ضرور تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ اس کام کا اگر سو فیصدی نہیں تو ۹۵ فی صدی حصہ عورتوں کے متعلق ہے۔ آئندہ نسلوں کی اصلاح۔ اخلاق۔ مذہب۔ جسمانیت اور تعلیم کا مسئلہ سو فیصدی عورتوں کی روشن خیالی پر منحصر ہے۔ اگر بہتر اخلاق اور بہتر جسم کے انسان پیدا کرنے کی تحریک میں عورتیں مردوں کا ساتھ نہ دیں۔ تو کوئی نتیجہ خیز کام نہیں ہو سکتا" لجنۃ اماء اللہ قادیان" احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے۔ اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئی ہیں۔ اور اس طرح ہر وہ تحریک جو مردوں کی طرف سے اٹھتی ہے۔ خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے۔

اس انجمن نے تمام احمدیہ خواتین کو سلسلے کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے۔ عورتوں کا ایمان مردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔ عورتیں مذہبی جوش کو مردوں کی نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ "لجنۃ اماء اللہ" کی جس قدر کارگذاریاں اخبارات میں چھپ رہی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پرجوش ہونگی۔ اور احمدیہ عورتیں اس چمن کو ہمیشہ تازہ دم رکھیں گی۔ جس کا مرور زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سبزی سے محروم ہونا لازمی تھا۔ کیا غیر احمدی مسلمانوں نے بھی اپنی خواتین کی تنظیم کے لئے کوئی ایسا قدم اٹھایا؟

نظارت بہشتی مقبرہ

مذہبی طور پر "بہشتی مقبرہ" کی تحریک اوہام پرستی سے زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ لیکن جب ہم "فراہمی سرمایہ" کے اعتبار سے اس تحریک پر نظر کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس تحریک کے پردے میں سونے اور چاندی کے دریا بہہ رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اکالی قوم نے اصلاح اوقاف کے سلسلے میں لاکھوں اور کروڑوں روپیہ کی جائداد پر قبضہ کر لیا ہے۔ لیکن بہشتی مقبرہ کی تحریک سرمایہ کے اعتبار سے سکھوں کی گوردوارہ تحریک سے بھی بہت زیادہ اہم ثابت ہو رہی ہے۔ قادیان میں نظارت بہشتی مقبرہ ایک مستقل محکمہ ہے۔ جس کے ماتحت ہر ایک احمدیہ آبادی میں شاخیں قائم کی گئی ہیں۔ ماتحت شاخوں کا فرض ہے کہ وہ احمدیوں کو تلقین کرتے رہیں۔ کہ وہ اپنی جائداد کا بالکل آمدنی اور کل جائداد کا دسواں حصہ باقاعدہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام وصیت کریں۔ اس قسم کے وصیت کرنے والے اصحاب کو قبرستان بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس وقت تک سوا دو ہزار کے قریب مرد اور عورتیں اپنے مکانات، زمینوں، زیورات اور موجودہ آمدنی کا دسواں، آٹھواں اور پانچواں حصہ صدر انجمن احمدیہ کے نام وصیت کر چکے ہیں۔ جس کی آمدنی وصیت کرنے والوں کے انتقال کے بعد اشاعت اسلام میں خرچ ہوگی ۔

مثال کے طور پر وصیت ۲۱۴۷ کے الفاظ درج ذیل ہیں:-

"میں عبد اللہ ولد حسین قوم گھمار احمدی ساکن چیندر کے گوئے ضلع سیالکوٹ کا ہوں۔ چونکہ میری اس وقت جائیداد قیمتی ۱۱ما مت روپیہ ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ علاوہ اس کے میری آمدنی بھی جو بصورت غلہ کے ہوتی ہے۔ جس کا اندازہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ لہذا میں اپنی آمدنی کا بھی ۱/۱۰ حصہ بمد وصیت ادا کرتا رہوں گا۔ میری وفات کے وقت جو جائداد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اور جو رقومات میں جائداد کے طور پر بمد وصیت داخل کر جاؤں وہ حصہ موجودہ سے منہا کی جائے گی۔ فقط والسلام ۱۱ر اپریل ۱۹۲۶ء"

یہ تحریک روز بروز وسعت و اہمیت حاصل کر رہی ہے۔ اگر آئندہ چند سال میں ۵۰ ہزار یا ایک لاکھ آدمیوں نے اپنی جائیداد اور آمدنی کے آٹھویں یا دسویں حصے صدر انجمن احمدیہ کے نام وصیت کر دیئے۔ تو اس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ صدر انجمن احمدیہ کی آمدنی کئی لاکھ روپیہ ماہوار تک پہنچ جائے گی۔ اس قدر وسیع اور عظیم جائداد کا سنبھالنا اگرچہ ایک نہایت ہی مشکل کام ہے۔ لیکن ناممکن نہیں ہے نظام کی پختگی اور قواعد کی پابندی کے باعث انگریز سلطنت ہندوستان کا انتظام کر رہے ہیں۔ اس وقت جس طریق پر احمدیہ جماعت دینی تحریک کو آگے بڑھا رہی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ اس جائداد کے تسلط، تصرف اور انتظام پر بھی قادر ہو گی +

سالانہ جلسہ

مختلف تحریکات کی عظمت ان کے سالانہ اجتماعات پر منحصر ہے۔ قادیان کے سالانہ جلسہ کی عظمت واہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ اس سال کے جلسہ کی مہمانداری، پنڈال، فرش فروش وغیرہ پر کم و بیش ۲۰ ہزار روپیہ خرچ آئے گا۔ ۱۵ر دسمبر تک جلسہ فنڈ میں سات ہزار روپیہ نقد جمع ہو چکا تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ گھی۔ آٹا۔ دال۔ چاول وغیرہ سامان رسد کس قدر جمع ہوا ہے۔ سالانہ جلسے میں کوئی چندہ جمع نہیں کیا جاتا۔ اس لئے کہ صدر انجمن قادیان ہر ایک احمدی کی آمدنی میں اس کے اہل و عیال کی طرح برابر کی شریک ہے۔ اور غالباً ہر ایک احمدی کو ہر مہینے اپنی آمدنی میں سے ایک مقررہ رقم انجمن کو لازمی طور پر بھیجنی پڑتی ہے +

احمدیہ بک ڈپو

سلسلہ احمدیہ کی وسعت کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد صاحب کی تصانیف کی مانگ بھی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ چونکہ آپ کی اکثر کتابیں ختم ہو چکی ہیں۔ اس لئے انہیں دوبارہ چھپوانے کے لئے ایک خاص فنڈ قائم کیا گیا ہے۔ جس میں ابتداہی میں ۲۲۰۰۰ ہزار روپیہ جمع ہو گیا۔ ۲۱ر دسمبر کے الفضل میں منیجر بکڈپو نے اس فنڈ کی ترقی کے لئے اپیل کی ہے۔

مسجد الفضل لنڈن

احمدیہ جماعت کے استعداد عمل اور قوت وقابلیت کا اصل اندازہ مسجد الفضل لنڈن کی تعمیر و تکمیل کے کام سے لگایا جا سکتا ہے۔ سرزمین انگلستان میں یہ پہلی مسجد ہے۔ جو مسلمانوں کے روپے سے پایۂ تکمیل تک پہنچی ہے۔ تعمیر مسجد کی تحریک ۶ر جنوری ۱۹۲۰ء میں امیر جماعت احمدیہ نے کی۔ اس سے زیادہ مستعدی۔ اس سے زیادہ ایثار اور اس سے زیادہ سمع و طاعت کا اسوۂ حسنہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ۱۰ر جون تک ساڑھے اکتیس ہزار روپیہ نقد اس کی تعمیر کے لئے جمع ہو گیا تھا۔ کیا یہ واقعہ نظم و ضبط امت اور ایثار و وفور محبت امر کی حیرت انگیز مثال نہیں +

درسِ عبرت

یہ صرف چند شاندار مثالیں ہیں۔ جماعت احمدیہ اس وقت جو کچھ کر رہی ہے یا آئندہ کریگی۔ ہر ایک منظم جماعت وہی کچھ بلکہ اس سے زیادہ کر کے دکھلا سکتی ہے۔ مسلمانوں نے قرون اولیٰ میں جس قدر کارنامے سرانجام دیئے۔ ان کی پشت پر تنظیم و جماعت ہی کی الہٰی قوت کارفرما تھی۔ عظمت و وقار کا حقیقی راز ید اللہ فوق الجماعۃ کے فرمان نبوی میں مضمر تھا۔ افسوس کہ آج "حق پرست" مسلمان اس درس عظیم کو فراموش کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان احمدیہ جماعت کی مثال سے عبرت اندوز ہوں۔ ہر جگہ تنظیم کمیٹیاں بنائیں۔ اور انہیں مرکز کے ساتھ وابستہ کر کے جماعتی قوت پیدا کریں +

(تنظیم ۲۸ر دسمبر ۱۹۲۶ء)

جلسہ سالانہ پر حضرت عرفانی کا پیغام لنڈن سے

آپ دوستوں کو میرا السلام علیکم اور درخواست دعا کریں اور کہہ دیں۔ کہ فضل اور برکت کا عہد ہے۔ کوثر کی عطا قربانیوں کو چاہتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فتح اسلام میں ایک فقرہ لکھا ہے۔ کہ اسلام کی فتح اور کامیابی ایک امر عظیم پر موقوف ہے اور وہ کیا؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ فتح اسلام میں اس امر کا اظہار ایک خاص معنے اور مقصد اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور وہ زبانی کی تعلیم ہے۔ قولیں زبانیوں سے بنتی ہیں۔ اور اسی کی ضرورت ہے۔ ہاں دیوانہ وار زبانیوں کی ضرورت ہے۔ خدا ببخشد بلی جج عظیم میں یہی راز ہے۔ میرے لئے دعا کریں سفر عظیم پیش ہے۔ اور مقصد بھی چھوٹا نہیں۔ میں اولوالعزم کا خادم ہوں۔ چھوٹا مقصد سامنے نہیں رکھ سکتا۔ یہ امر دیگر ہے۔ کہ کہاں تک کامیاب ہوتا ہوں +

سوامی شردھانند کے قتل کے تفصیلی حالات

سوامی جی بہت دنوں سے بیمار تھے۔ اور ابھی بستر علالت پر ہی تھے۔ دو دن پہلے بخار کم ہوا تھا۔ حادثہ کے روز پونے ۴ بجے کے قریب سوامی جی کو رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ رفع حاجت کے بعد سوامی جی نے ہاتھ پاؤں دھوئے۔ اس وقت ان کا نوکر باہر تھا۔ ڈاکٹروں نے سوامی جی کو لوگوں سے ملاقات وغیرہ کرنے سے منع کر رکھا تھا۔ اور خود بھی آنا بند کر رکھا تھا۔ قریب ۴ بجے کے کسی کے سیڑھیوں پر چڑھنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ نووارد ایک مسلمان تھا۔ نوکر نے اس کو روک دیا۔ اور کہا کہ سوامی جی سے کسی کو ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ نووارد نے اندر جانے پر اصرار کیا۔ لیکن نوکر نے اندر نہ جانے دیا۔ اسی اثنا میں سوامی نے نووارد کی آواز سن کر کہا۔ کہ کون ہے؟ اندر آنے دو۔ نوکر نے مسلمان کو اندر بلا لیا +

نووارد مسلمان کے کمرہ کے اندر داخل ہونے پر سوامی جی نے پوچھا۔ کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ دین اسلام کے بارہ میں کچھ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ سوامی جی نے فرمایا کہ ہنوز میں بیمار ہوں تمہاری دعا سے جلد شفایاب ہو جاؤں گا۔ تو بات چیت کروں گا۔ مسلمان نے نوکر سے پانی پلانے کو کہا۔ دھرم سنگھ نوکر نے مسلمان کو باہر لاکر پانی پلایا۔ پانی پینے کے بعد مسلمان پھر سوامی جی کے کمرہ میں آیا۔ نوکر اس کے ہمراہ تھا۔ سوامی جی سند کے سہارے سے چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ نووارد نے سوامی جی کے نزدیک پہنچکر ان پر پستول کے یکے بعد دیگرے تین فائر کئے۔ ایک گولی گلے کے نیچے دوسری چھاتی کی داہنی طرف اور تیسری پیٹھ پر داہنی طرف کے نیچے۔ دوسری گولی کے چلتے ہی دھرم سنگھ نے قاتل کو پیچھے سے پکڑ لیا۔ جب ظالم نے تیسرا فائر بھی کر دیا۔ تب دھرم سنگھ نے آگے بڑھ کر قاتل کے ہاتھ سے پستول چھیننے کی کوشش کی۔ اس اثناء میں قاتل نے دھرم سنگھ پر بھی فائر کر دیا۔ گولی اس کی ران پر لگی۔ گولی کے لگتے ہی دھرم سنگھ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اور قاتل نے بھاگنے کی کوشش کی۔ یہ آواز سن کر سوامی جی کا پرائیویٹ سیکرٹری شری دھرم پال جو کہ پاس کے کمرہ میں رہتا تھا دوڑ کر آ گیا۔ اور بھاگتے ہوئے قاتل کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا۔ اور اوپر سے دبا لیا۔ اس وقت زخمی دھرم سنگھ نے باہر برآمدے میں آ کر زور سے چلانا شروع کر دیا۔ کہ سوامی جی کو ایک مسلمان نے قتل کر دیا ہے۔ آواز سنتے ہی لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ پنڈت اندر ناتھ دہلی بند ھو گپتا وغیرہ خبر پاتے ہی دوڑتے ہوئے جائے وقوعہ پر آئے۔ سوامی جی کی قتل گاہ کے سامنے ہزاروں آدمیوں کا ہجوم جمع ہو گیا۔ (پرتاپ ۲۸ر دسمبر ۱۹۲۶ء)

متفرقات

مولوی عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز مشہور فسانہ نگار لکھنؤ ۲۴ - دسمبر فوت ہوگئے۔

شاہ جاپان کی وفات کی خبر پر حکومت ہند کے دفاتر بند کئے گئے۔ (دہلی ۲۸ دسمبر)

کابل میں انگریزی سفارت خانہ جل کر راکھ ہوگیا۔ سفارت نئی عمارت میں منتقل ہوگئی۔

التجاء دعاء

(۱) میری لڑکی بعارضہ چیچک قریباً ایک ہفتہ سے بیمار ہے۔ اسکی صحت کے لئے احباب تہ دل سے دعا فرماویں۔

(فیض احمد احمدی از منٹگمری)

(۲) خانصاحب منشی فرزند علی صاحب کی لڑکی بیمار ہے۔ اسکی کامل صحت کے لئے احباب دعا فرماویں ؛

اعلانات نکاح

(۱) خاکسار کا نکاح مسماۃ ظہورًا بنت منشی محمد مستقیم صاحب احمدی ساکن سنور کے ساتھ بالعوض مہر مبلغ دو صد پچاس (۲۵۰) ۲۹ - دسمبر ۱۹۲۶ء کو بعد نماز ظہر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے پڑھایا ؛

(۲) برادرم عزیزی جمیل الرحمن صاحب کا نکاح مسماۃ رشیدًا بنت منشی محمد مستقیم صاحب موصوف کے ساتھ بالعوض مہر مبلغ دو صد پچاس (۲۵۰) روپیہ ۲۹ دسمبر ۱۹۲۶ء کو بعد نماز ظہر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے پڑھایا ؛ احباب دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ جانبین کے لئے دونو نکاح مبارک فرماوے۔ مبلغ ایک روپیہ داخل غریب فنڈ فرماویں۔

خاکسار فضل الرحمن احمدی سانانوی - سکرٹری انجمن احمدیہ خورد انہ پنجم ریاست پٹیالہ

(۳) بابو عطاء حسین شاہ صاحب خلف جھنڈو شاہ ساکنہ ہمبڑاں ضلع لدھیانہ حال ٹیچر گوجرہ ایم بی سکول کا نکاح بالعوض مبلغ آٹھ سو (۸۰۰) روپیہ مہر مسماۃ انوری بیگم دختر محمد امیر علی شاہ صاحب سے ۲۸ ۱۲/۲۶ کو سید محمد سرور شاہ صاحب نے پڑھایا ؛ دو روپے اشاعت اسلام کیواسطے بھیجیں حضور ہیں ؛

محمد حسین قانونگوئی بھوکھوال ضلع لودہانہ

(۴) میاں عبد الرحیم صاحب پراچہ تاجر بھیروی کا نکاح مسماۃ بشیر بیگم بنت حکیم احمد الدین صاحب قریشی سیالکوٹی بعوض مہر دو ہزار روپیہ اور میاں محمد حیات صاحب پراچہ تاجر کلکتہ (بھیروی) کا نکاح مسماۃ زینب بیگم بنت حکیم احمد الدین صاحب قریشی سیالکوٹی بعوض مہر دو ہزار روپیہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے ۲۹ دسمبر بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں پڑھا - خدا برکت عنایت کرے ؛

(۵) ملک عبد الرحیم خان ولد مہر محمد خان صاحب احمدی ساکنہ نوشہرہ ضلع سیالکوٹ کا نکاح مسماۃ خورشید بیگم بنت محمد ابراہیم صاحب ٹھیکیدار لائلپور بعوض مبلغ پندرہ سو (۱۵۰۰) روپیہ مہر مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء کو پڑھایا ؛

(۶) محمد دین صاحب ولد مولوی احمد بخش صاحب سکنہ جلالہ تحصیل لودھراں ضلع ملتان کا نکاح بعوض مبلغ ۲۵۰ روپیہ مہر مسماۃ ... بنت ... صاحب ... مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے پڑھایا ؛ الراقم محمد سلیم احمدی سکنہ جلالہ

۲۹ دسمبر ۱۹۲۶ء

نوٹس نارتھ ویسٹرن ریلوے

یکم فروری ۱۹۲۷ء سے قواعد اور نرخ کرایہ جو نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ساتھ مقرر شدہ ہیں کالکا شملہ ریلوے کے ساتھ بھی ویسا ہی ہوگا۔ کرایہ فاصلہ کالکا شملہ ریلوے کا اصلی سے چارگنا ہوگا ؛

وی - ایچ - بولتھ برائے ایجنٹ | نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹرس آفس لاہور - ۲۰ - دسمبر ۱۹۲۶ء

سوامی شردھانند جی اپنی مرتیو پر

(منقول از تیج دہلی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی قربانیوں کا تذکرہ اجمالی رنگ میں فرمایا۔ حکیم صاحب کا طرز بیان نہایت دلکش اور جاذب توجہ حاضرین ہے۔ ان کی رنگین بیانی دلوں کو موہ لیتی ہے۔ چنانچہ حاضرین نے کافی اثر اپنے قلوب پر لیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ڈیڑھ بجے تقریر ختم ہونے پر پہلا اجلاس ختم ہوا۔

دوسرا اجلاس

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نماز ظہر و عصر جمع کرانے کے بعد تین بجے سٹیج پر تشریف لائے۔ اور تقریر شروع کی۔ جو متفرق ضروری امور پر مشتمل تھی۔

(۱) آپ نے فرمایا۔ کہ خدا کے فضل سے آنے والوں کی تعداد پہلے سال سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ اور یہ انجذاب قلوب محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔

(۲) ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور چودھری نصر اللہ خاں صاحب مرحوم کی وفات اور ان کے محامد کا تذکرہ۔

(۳) سوامی شردہانند کے قتل کا واقعہ۔ قاتل کی سفاکانہ حرکت پر اظہار ملامت اور اس واقعہ قتل کو حضرت مسیح موعود کی ایک پیشگوئی کے ماتحت بتایا۔ اسی ضمن میں مختلف سیاسی امور کا ذکر بھی فرمایا۔

(۴) دو نئے اخباروں کا اجراء۔ سن رائز (Sunrise) اور مصباح۔

(۵) جماعت کی ترقی تبلیغ کے لحاظ سے نقلی ... طریق کے لوگ زیادہ آئے ہیں۔ نئی نئی جگہوں سے بیعتیں آئی ہیں۔ سرحدی علاقہ میں بہت لوگ احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ ہندوستان سے باہر سماٹرا میں اچھی جماعت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ مولوی ظہور حسین صاحب کی تلاش میں گورنمنٹ نے بہت امداد کی اس کا شکریہ۔ اب برادر محمد امین خاں کی تلاش ہو رہی ہے۔

(۶) ۱۴ پارے ترجمہ ہو گیا ہے۔ نظر ثانی کے بعد اگلے سال شائع ہو سکے گا۔

(۷) انتخابات کونسل و اسمبلی میں ہماری جماعت نے جس کا ساتھ دیا۔ اسے کامیابی ہوئی۔ اور اس دفعہ کئی معززین اور رئیس اسی سلسلہ میں قادیان آئے۔

(۸) مسجد لنڈن کا افتتاح ہو چکا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں تیرہ تعلیم یافتہ اور اعلےٰ پایہ کے انگریز مسلمان ہو چکے ہیں۔

(۹) جماعت کو نصیحتیں۔ آپس میں اختلاف اور جھگڑا ہرگز نہ کرو۔ کہ اس سے ہوا بگڑتی ہے۔ بدظنی سے کبھی کام نہ لو۔ جو ناظر سلسلہ میں کام کر رہے ہیں۔ وہ بڑی قربانی سے کام کر رہے ہیں۔ ان کی فرمانبرداری کرو۔ بچوں کی تربیت نماز با جماعت اور نماز کے علاوہ ذکروں کی عادت ڈالو۔ اور دعاؤں میں لگے رہو۔ اس کے بعد آپ نے دعا اور اس کی قبولیت و عدم قبولیت کے مصالح کے متعلق چند لطیف معارف و حقائق سے دل تشنگان دامن کو سیراب و سرشار فرمایا۔ اور سات بجے حضور کی تقریر ختم ہوئی۔

۲۸ دسمبر منگل

پہلا اجلاس

پونے دس بجے حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل افروز بیان شروع کیا۔ مختلف باتیں تھیں۔ جو اس عہد خوشتر کو یاد دلا کر ایک خاص کیفیت دل و دماغ پر طاری کر رہی تھیں۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ یہ لیکچر الفضل میں چھاپ دیا جائیگا۔

پونے گیارہ بجے چودھری فتح محمد صاحب سیال۔ ایم اے ناظر دعوۃ و تبلیغ نے لیکچر شروع کیا۔ جو ہندوستان کی اچھوت اقوام کے حالات اور ان میں تبلیغ کی اہمیت اور اس کا طریق واضح کرنیوالا تھا۔ اگر احمدی جماعت کے معزز افراد ان باتوں کی طرف توجہ دینگے تو اچھوت اقوام کا ایک معتدبہ حصہ حلقہ بگوش اسلام و احمدیت بہت جلد ہو سکے گا۔

پونے بارہ بجے جناب مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی "صداقت مسیح موعود" پر بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ یہ تقریر کیا تھی۔ قرآن و حدیث کے اچھوتے معارف و حقائق کا ایک قلزم ذخار تھا۔ جو ہر چہار طرف موجزن تھا۔ ہر ایک نے بقدر ظرف [illegible] تقریر سراسر عالمانہ تھی مگر یہ عجیب بات تھی۔ کہ سب ہی توجہ سے سن رہے تھے۔ اور اس میں دلچسپی لے رہے تھے۔ کئی سامعین نے اصرار کیا۔ کہ مولوی صاحب کو اور وقت دیا جائے۔ چنانچہ ۱۵ منٹ زائد دیئے گئے۔ ایک بجے جناب خان ذوالفقار علی صاحب ناظر اعلیٰ نے مختلف صیغہ جات صدر انجمن و نظارت کی کارگزاری سنائی اور ڈیڑھ بجے اجلاس ختم ہوا۔

دوسرا اجلاس

پونے تین بجے حضرت صاحب سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور آپ نے پہلے چند متفرق امور کی طرف توجہ دلائی۔ حاضرین کو تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء منہاج الطالبین اور ہفوات کے جواب حق الیقین اور انوار الہدیٰ مرتبہ قاضی اکمل صاحب اور احکام القرآن کے خریدنے کی ہدایت فرمائی۔ اور وصیتوں کی طرف توجہ دلائی۔ اور سوا تین بجے مسئلہ نبوت پر تقریر شروع کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کم از کم پینتیس عنوان ہیں۔ جن سے یہ مسئلہ واضح ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ سب گن کر بتائے۔ پھر آپ نے ان میں سے صرف دو عنوان منتخب فرمائے۔ اول نبوت کیا چیز ہے۔ دوم نبی کا کیا کام ہے۔ اور ان پر تقریر شروع کی۔ نبوت کے متعلق مختلف قوموں کا خیال پیش کیا۔ بعد میں از روئے اسلام جو نبوت کی تعریف ہے۔ وہ با دلائل بیان فرمائی۔ اور اس پر جو اعتراض پیش کئے جاتے ہیں۔ ان سب کا مفصل و مدلل جواب دیا۔ حتےٰ کہ سات بج گئے۔ اس کے بعد آپ نے یہ بتایا کہ نبی کیا کام کرتا ہے۔ اور وہ کون سی باتیں ہیں۔ جو کسی غیر نبی میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ آٹھ بجکر دس منٹ پر یہ تقریر دلپذیر ختم ہوئی۔ حضور نے دعا فرمائی اور جلسہ ختم ہوا۔

اس دفعہ جلسہ میں مختلف علاقوں سے مختلف مذہب و ملت کے اصحاب تشریف لائے تھے۔ اور اچھا اثر لے کر گئے۔ مولوی محمد علی صاحب کے رفقاء میں سے بھی چند معززین تشریف لائے تھے جو جلسہ گاہ میں سٹیج پر آدھ گھنٹہ کے قریب بیٹھ کر واپس تشریف لیگئے۔ ملاقات افراد کا انتظام قصر خلافت میں تھا۔ رات کے دو ڈیڑھ بجے تک ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ رات کے وقت جلسہ کے بعد عموماً متحرک تصاویر و میجک لینٹرن کے ذریعہ مختلف تبلیغی مناظر دکھائے جاتے رہے۔ چونکہ چاند دیر سے نکلتا تھا۔ اس لئے روشنی کے لئے گیس کے ہنڈوں کا انتظام تھا۔

مہمانوں کی تعداد کا یہ نقشہ ہے۔ جو پرچیاں ہائے خوراک وغیرہ ذرائع سے بکمال احتیاط تیار کیا گیا ہے۔

جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء

۲۸ دسمبر اندرون قصبہ شام		۵۱۱۱
" " بیرون " "		۶۰۰۰
میزان	=	۱۱۱۱۱ گیارہ ہزار ایک سو گیارہ

جلسہ سالانہ ۱۹۲۶ء

۲۷ دسمبر اندرون قصبہ شام		۶۰۹۱
" " بیرون " شام		۶۰۲۶
میزان	=	۱۲۱۱۷ بارہ ہزار ایک سو سترہ

خواتین کے جلسہ کا الگ انتظام تھا۔ اور اس کے لئے جو احاطہ صرف دو روز کے اندر تیار ہوا۔ وہ بہت ہی موزوں ثابت ہوا۔ اس جلسہ کی رپورٹ الگ شائع ہوگی۔ حاضرات کی تعداد کا اندازہ تین چار ہزار تک کیا گیا ہے۔ زنانہ دستکاریوں کی ایک نمائش گاہ بھی کھولی گئی تھی۔ جس میں عمدہ عمدہ اشیاء تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر بھی ہوئی اور بعض دیگر فضلاء نے بھی تقریریں کیں۔ مفصل کیفیت اخبار مصباح میں چھپے گی۔ اخبار مصباح اور سن رائز دونوں کے اول نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ اب دوسرا نمبر دونوں کا نکلے گا۔ احباب جلد خریداری اختیار کر لیں۔ اس جلسے میں ایک خاص خصوصیت یہ بھی تھی۔

(منشی عبد الرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)